بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیض روحانی

اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی وتاجدار اہلسنّت شہزادۂ اعلیٰ حضرت

حضور مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا قدس سرہما

بیادگار

ملک العلما امام العصر محدث اعظم حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین قادری رضوی وعامل شریعت استاذ القرا

صوفی باصفا حضرت علامہ قاری سید محمد ابوالہاشم قادری اشرفی قدس سرہما

زیر سرپرستی

خلیفۂ حضور مفتی اعظم سراج ملت حضرت مولانا حافظ وقاری سید سراج اظہر رضوی نوری صاحب قبلہ

دارالعلوم فیضانِ مفتی اعظم ممبئ کا علمی وفکری ترجمان

سہ ماہی

سراجِ رضا ممبئ

خصوصی اشاعت بموقع زرّیں

۵۲/عرس سراپا قدس حضور ملک العلماء ۵

Sehmaahi SIRAJ-E-RAZA Mumbai

O جلد:۱ O شمارہ:۱

اپریل تا جون ۲۰۱۳ء/ جمادی الاخریٰ تا رجب ۱۴۳۴ھ

مدیر اعلیٰ

مولانا سید منہاج رضا ہاشمی رضوی

O کمپوزنگ: مخدوم بہار کمپیوٹر سینٹر، دارالعلوم ہٰذا O تزئین اوراق: محمد زبیر قادری، ممبئ

قیمت: ۲۵/روپے

رابطے کا پتہ: **انجمن برکات رضا، دارالعلوم فیضان مفتی اعظم**، پھول گلی، ممبئ ۳

فون نمبر: 9869197521 / 9821178669 ای میل: dfma786@yahoo.co.in

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا

بـــــــــزمِ ســـــــــراج

	ترتیب	تزئین نگار	صفحہ
☆	حمد باری تعالیٰ/نعت رسول کریم	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا/حضور مفتی اعظم	۳
☆	صدائے منبر	حضور سراج ملت	۴
☆	نوائے قلم	صاحبزادہ سید ہاشمی میاں	۶

گوشۂ خاص〈الف〉

☆	مجھے خوب یاد ہے	امین ملت سید امین میاں، مارہرہ	۷
☆	ملک العلما: امام احمد رضا کی کھلی کرامت	شاہ عبدالحکیم شرف قادری	۸
☆	عافیہ ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ	مفتی رضوان احمد	۱۶
☆	ملک العلما کا محدثانہ مقام	علامہ کوثر امام قادری	۲۰
☆	ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں	ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی	۲۶

گوشۂ خاص〈ب〉

☆	ملک العلما کی مختصر سوانح	محمد نعمت اللہ رضوی سراجی	۳۲
☆	ملک العلما: منظر اسلام کی اولین فصل بہار	امتیاز احمد رضوی	۳۴
☆	ملک العلما کی چند خصوصیات	محمد ریاض الدین	۳۷
☆	ملک العلما اپنے معاصرین کی نظر میں	محمد شاکر رضا قادری	۳۸
☆	ملک العلما کی اور ان کی چند تصنیفات	محمد قمر عالم رضوی شبنم سراجی	۴۰
☆	ملک العلما کی حدیثی خدمات	محمد کلیم الدین رضوی سراجی	۴۴
☆	جہان ملک العلما کا سرسری مطالعہ	محمد ابراہیم رضا رضوی	۴۵
☆	صلح کلیت دور حاضر کا عظیم فتنہ	محمد نور العین	۵۱
☆	صلح کلیت: ایک مہلک وبا	محمد شعیب رضا سراجی	۵۴

متفرقات

☆	خطبۂ استقبالیہ	سید منہاج رضا ہاشمی رضوی	۵۸
☆	جہان ملک العلما: ایک ضخیم مطالعہ	وصیل خان	۶۱
☆	دینی سرگرمیاں	ادارہ	۶۲

⌘⌘⌘⌘

حمدِ باری تعالیٰ

از: **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا**

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا

وہ کنواری پاک مریم وہ نَفَخْتُ فِیْہِ کا دَم
ہے عجب نشان اعظم مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ یہ ملا ہے تجھ کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اُٹھو وقت بخشش آیا
کرو قسمت عطایا

ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
میرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا
نہ کوئی گیا نہ آیا

ہمیں اے رضاؔ ترے دل کا پتہ چلا بمشکل
درِ روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا

☒☒☒☒

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

از: **حضور مفتی اعظم ہند**

تو شمعِ رسالت ہے عالم تیرا پروانہ
تو ماہِ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ
جو ساقیٔ کوثر کے چہرے سے نقاب اُٹھے
ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو پیمانہ
سرشار مجھے کردے اک جام لبالب سے
تاحشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ
اس دَر کی حضوری ہی عصیاں کی دوا ٹھہری
ہے زہر معاصی کا طیبہ ہی شفاخانہ
کھاتے ہیں ترے در کا پیتے ہیں ترے در کا
پانی ہے تیرا پانی دانہ ہے ترا دانہ
دل اپنا چمک اُٹھے ایمان کی طلعت سے
کر آنکھ بھی نورانی اے جلوۂ جانانہ
تم آئے چھٹی بازی رونق ہوئی پھر تازی
کعبہ ہوا پھر کعبہ کر ڈالا تھا بت خانہ
ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں ضو تیری
بلبل ہے تیرا بلبل پروانہ ہے پروانہ
سنگِ درِ جاناں پر کرتا ہوں جبیں سائی
سجدہ نہ سمجھ نجدی سر دیتا ہوں نذرانہ
گر پڑ کے یہاں پہنچا مرمر کے اسے پایا
چھوٹے نہ الٰہی اب سنگ درِ جانانہ
سنگ درجانہ ہے ٹھوکر نہ لگے اس کو
لے ہوش پکڑ اب تو اے لغزش مستانہ
وہ کہتے نہ کہتے کچھ وہ کرتے نہ کرتے کچھ
اے کاش وہ سن لیتے مجھ سے مرا افسانہ
آباد اسے فرما ویراں ہے دلِ نوری
جلوے تیرے بس جائیں آباد ہو ویرانہ
سرکار کے جلووں سے روشن ہے دل نوریؔ
تاحشر رہے روشن نوری کا یہ کاشانہ

☒☒☒☒

صدائے منبر

حضور سراجِ ملت دامت برکاتہم العالیہ

اے رضاؔ ہر کام کا اک وقت ہے

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم
بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

میرے آقائے نعمت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز نے نہ معلوم کس ساعتِ سعید اور عالمِ خیال میں یہ شعر فرمایا تھا۔

اے رضاؔ ہر کام کا اک وقت ہے　　دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اللہ جل مجدہٗ الکریم نے اپنے محبوب مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر ایک سنی، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اَن سنی کر دی ہو۔ وہ تو کریم و رحیم ہے، جب وہ اپنے محبوب کی سنتا ہے۔ تو اپنے محبوبِ پاک کے عاشقِ صادق کی بھی سن لیتا ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی یہ پکار بھی رائیگاں نہیں گئی۔ خداوند قدوس نے وہ وقت فراہم کر دیا ہے اور اب کام ہونے لگا ہے۔ الحمد للہ علی احسانہ۔

حضور ملک العلما امام العصر محدث بے نظیر العلامۃ الشاہ السید محمد ظفر الدین قادری رضوی فاضلِ بہاری قدس سرہٗ العزیز کا عرس سراپا قدس عرصہ کوئی بیس یا پچیس سال سے مَیں اپنی مسجد پھول گلی میں منعقد کرتا چلا آ رہا ہوں اور ہر سال کوئی نہ کوئی ایک نئی برکت ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ پچھلے کئی سالوں سے اس حسین موقع پر طلبائے دینیہ کے درمیان تقریری و تحریری مقابلہ بھی منعقد کرایا جاتا ہے۔ اِمسال یہ تیسرا یا چوتھا سالانہ مقابلہ ہے، جس میں بمبئی کے اکثر مدارسِ اہلسنّت کے طلباء شریک ہو کر اپنی صلاحیتوں کا جوہر دکھاتے ہیں۔ چونکہ انعامی مقابلہ ہوتا ہے۔ لہٰذا درجہ اوّل دوم سوم حاصل کرنے والے طلبا خصوصی انعام اور تمام شرکا کو انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ اس حوالے سے سرزمین ممبئی میں یہ پہلا قدم ہے۔ اسی بہانے طلبہ کی ذہن سازی بھی کی جاتی ہے اور حوصلہ افزائی بھی۔ چونکہ یہی طلبا کل کے معمار ہوں گے۔

اس سال کا جب مسابقتی پروگرام کا شیڈول صاحبزادہ سید ہاشمی نے مجھے دکھایا تو میں نے کہا کہ مضامین ۲۰ / یا ۲۵ / دن پہلے منگا لیے جائیں تا کہ ان مضامین میں جو بہتر ہو اُسے کمپوز کرا کر ایک کتابچہ کی شکل میں تیار کر دیا جائے تا کہ یہ محفوظ رہے۔ ساتھ ہی اس سال مقالات و مضامین کی چیکنگ کے لیے ماہرِ رضویات امیر القلم حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس صاحب کا انتخاب کیا گیا۔ تو انہوں نے بھی یہی مشورہ دیا کہ مقابلہ جاتی مضامین کا منتخب حصہ کسی سالنامہ یا مجلّہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ تا کہ بچوں کی نمائندگی بھی ہو اور مزید حوصلہ افزائی بھی اور مجلّہ کو مضبوط اور مستند اور اہم بنانے کے لیے کچھ اہم شخصیات کی تحریریں بھی شاملِ اشاعت ہوں۔ یوں یہ مجلّہ دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم کا علمی ترجمان بھی ہو جائے گا۔ مشورہ باوزن تھا۔ اس لیے قبول کر لیا گیا۔ اب اس سال سے انجمن برکاتِ رضا کے شعبوں میں ایک صحافتی شعبے کا بھی اضافہ ہو گیا۔ مجھے قوی امید ہے کہ ہمارے متعلقین، مریدین اور مخلصین کو ہمارا یہ قدم پسند آئے گا اور وہ اپنے مزید مفید مشوروں سے نوازیں گے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اہل تعلق بہتر سے بہتر خدمات دینیہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

دعا گو　فقیر سید سراج اظہر قادری رضوی

سید منہاج رضا ہاشمی رضوی

نوائے قلم

زندہ رہنا ہے تو میر کارواں بن کر رہو

قلم اپنا کرشمہ ہر دَور میں دکھا تا رہا ہے۔ تحریر اپنی طاقت کا لوہا ہر زمانے میں منواتی رہی ہے۔ تحریر و قلم کی جلوہ سامانی، ہر دَور، ہر دَیار، ہر قوم میں جاری ساری رہی ہے۔ یہ چونکہ اکیسویں صدی ہے اور ساری دنیا سمٹ کر ایک بستی جیسی ہوگئی ہے۔ تو اس برق رفتار زمانے میں تحریر و قلم کی اہمیت گوناں گوں ہوگئی ہے۔ تحریر و قلم سے جس طرح نیکی و بھلائی اور تعمیر و ترقی کا کام لیا جاتا رہا ہے۔ اسی طرح بدی و برائی، شر و فساد اور تخریب و زوال کا کام بھی لیا گیا ہے۔

عصر حاضر چونکہ جدید دور کہلاتا ہے۔ اس جدید دور میں جہاں پریس، پرچے اور طباعت و صحافت نے نئے نئے گل و بوٹے کھلائے ہیں، وہیں الیکٹرانک میڈیا نے گویا جلتی پہ تیل کا کام کیا ہے۔ ٹی وی چینل اور موبائیل ٹیکنالوجی نے تو ابلاغ و ترسیل کی ساری حدیں پار کر لی ہیں۔ خبریں اچھی ہوں یا بری، پلک جھپکتے ہی کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہیں۔ غرض سرحدیں اب بے معنی ہو کر رہ گئی ہیں، اس صورت میں ضروری ہے کہ تاحدِ جواز اِن صبا رفتار ذرائع ابلاغ سے کام لیا جائے۔ تعلیم و تدریس، ترسیل و تبلیغ کے ساتھ تعمیر و تشکیل، عروج و ارتقا اور تحفظ و بقا کا فریضہ انجام دیا جائے۔ اس ضرورت کا احساس والد نا الماجد حضور سراجِ ملت مدظلہٗ نے بہت پہلے ہی کر لیا تھا اور انجمن برکاتِ رضا کے پلیٹ فارم سے اشاعتی کام شروع کر دیا تھا۔ اس انجمن نے درجنوں ضخیم کتابیں شائع کی ہیں اور پچاسوں کتابیں طبع کرائی ہیں۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ عمل کے آدمی تھے۔ تحریری تحریک چھیڑی۔ قلمی مشن چلایا۔ کتابی ذخیرہ چھوڑا۔ یوں انہوں نے حق کی حمایت باحسن وجوہ انجام دی اور باطل کی سرکوبی فرمائی۔ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے نقش قدم چلتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے خلیفۂ خاص حضور ملک العلماء علامہ الشاہ السید محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی قلم اور کتاب کے ذریعے مسلکِ اہلسنّت و جماعت مسلکِ اعلیٰ حضرت کی زبردست خدمات انجام دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس جہت سے حضور ملک العلما اعلیٰ حضرت کے خلفا و تلامذہ میں ایک نہایت امتیازی و انفرادی شان رکھتے تھے۔ پریس کے پاور سے حضور ملک العلما بھی بخوبی واقفیت رکھتے تھے۔

میرے والد گرامی حضور سراجِ ملت مدظلہ پچھلے بیس پچیس برس سے حضور ملک العلما کے یومِ وصال پر عرسِ ملک العلماء بمبئی میں مناتے ہیں۔ جس میں بڑی تعداد میں لوگ شریک ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ ۲۰۰۸ء میں حضور ملک العلماء کی حیات و خدمات پر ''جہانِ ملک العلماء'' کا منصوبہ تیار کیا۔ پھر بارہ سو صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب ۲۰۰۹ء کو منظر عام پر آئی۔ اسی سال عرسِ ملک العلماء کے حسین موقع پر تحریر و تقریری مقابلہ کا بھی انعقاد کرایا، جو مسلسل اب تک جاری ہے۔ اس مقابلے میں مدارسِ اہلسنّت کے طلبا شریک ہو کر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جس سے ان کی سوئی صلاحیتیں اُجاگر اور بیدار ہوتی ہیں۔ اس سال کے مسابقتی پروگرام کا شیڈول جب میں نے والد نا الماجد کو دکھایا تو انہوں نے فرمایا کہ مضامین ۲۰ / یا ۲۵ / دن پہلے منگا لیے جائیں تا کہ ان مضامین میں جو بہتر اور معیاری ہوں اُسے کمپوز کرا کر ایک کتابچہ کی شکل میں تیار کر دیا جائے تا کہ یہ محفوظ رہے اور بچوں کی حوصلہ افزائی بھی ہو۔ نیز اس سال تحریری مقابلہ کے مضامین امیر القلم ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی زید مجدہٗ کو چیک کرنے کے لیے دیئے گئے۔ مضامین کی چیکنگ کے بعد حضرت ڈاکٹر موصوف نے بھی یہی مشورہ دیا کہ ان مضامین کا پُر مغز حصہ کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ اس سے بچوں اور طلبا کی بھرپور حوصلہ افزائی ہوگی اور ان میں کچھ کرنے کی تحریک بھی پیدا ہوگی۔ البتہ مجلّہ یا کتاب کو باوزن بنانے کے لیے اہم قلمکاروں کی خاص تحریریں بھی شامل ہوں۔ شروع میں حضرت سراجِ ملت کے دعائیہ کلمات بھی ہوں۔ اور صاحبزادہ مولانا سید ہاشمی میاں کا چھوٹا سا اداریہ بھی ہو۔ یہ مجلّہ سالنامہ، ششماہی، سہ ماہی یا کتابی سلسلہ ہو، تو اس کی اہمیت وافادیت دوچند ہوجائے گی۔ الغرض ڈاکٹر صاحب کا مشورہ قابلِ

قبول تھا۔ جواَب 'سہ ماہی' ''سراجِ رضا'' کی عملی شکل میں آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔حمد ونعت کے بعد صدائے منبر اور نوائے قلم مستقل کالمز ہیں۔صدائے منبر کے تحت والدنا لماجد حضور سراجِ ملت مدظلہ العالی کی دعا یا دعائیہ کلمات زینت شمارہ ہیں۔ جو ہمارے لیے حوصلہ وہمت کا باعث ہیں۔نوائے قلم میری ٹوٹی پھوٹی تحریر پر مشتمل ہے، جو میرے پہلے تجربے کے نتیجے میں میرے سامنے ہے۔ چونکہ یہ شمارہ حضور ملک العلما کے باونوے عرسِ پاک کے موقع پر خصوصی گوشہ کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔اس لیے اس میں اسی ذاتِ گرامی کے حالات اور علمی خدمات کے حوالے سے سارے مضامین ہیں۔گوشۂ خاص (الف) میں بزرگ شخصیات اور قلمکاروں کی تحریروں کو جگہ دی گئی ہے۔ جب کہ گوشۂ خاص (ب) میں عرسِ ملک العلما کے موقع پر مدارسِ اہلسنّت بمبئی کے جن خوش نصیب اور بلند حوصلہ طلبا نے حصہ لیا ان کی تعداد تقریباً ۱۳۱/ ہے۔سرِ دست ۹/طلبا کی تحریروں کا خلاصہ یا بیشتر حصہ اس گوشے میں شامل کیا گیا ہے۔تاکہ ان طلبا کی حوصلہ افزائی بھی ہو اور ذہن سازی بھی۔متفرقات میں ہمارے ادارے کی سرگرمیاں اور نشریات پر آئے ہوئے تأثرات اور خطوط شامل ہیں۔

اس باریہ کام ہماہمی اور جلدی میں ہوا ہے، آئندہ اس میں اور بھی بہتری پیدا کی جائے گی۔اس قسم کے کام کا یہ میرا پہلا تجربہ ہے۔اگر کہیں کوئی خامی کمی ہو،تو قارئین کرام نشان دہی فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔خدا کرے یہ سلسلہ تادیر قائم رہے۔قارئین کرم کی نیک رائے اور مفید مشوروں کا انتظار رہے گا۔

☒☒☒☒

منقبت درِشان ملک العلما حضرت الشاہ سید ظفر الدین قادری علیہ الرحمہ

نتیجۂ فکر: محبوب العلما حضرت علامہ مفتی محبوب رضا روشؔن القادری صاحب قبلہ

علم کا ہر سو ہے چرچا شاہ ظفرالدین کا — جلوۂ علمی ہے ہر جا شاہ ظفرالدین کا
مہر تاباں بن کے چمکا جو عظیم آباد میں — لاکھوں میں اونچا تھا رتبہ شاہ ظفرالدین کا
مَلِکُ العُلَماء جنہیں کہتی ہے دنیا آج تک — چرخ پر روشن تھا تارہ شاہ ظفرالدین کا
تھا مجددِ دین وملت کی نظر کا یہ اثر — با فضیلت تھا عما مہ شاہ ظفر الد ین کا
اعلیٰ حضرت نے کہا مرے ظفر کو ظفر دے — فتح مندی کا تھا تمغہ شاہ ظفرالدین کا
علم توقیت وریاضی وجفر کے بادشاہ — اقلیدس ہیئت تھا رمنہ شاہ ظفرالدین کا
نحو وصرف وفقہ ومنطق فلسفہ علم اصول — گہرا ہر فن سے تھا رشتہ شاہ ظفرالدین کا
علم تفسیر وحدیث پاک میں تھے باکمال — فن میں اونچا مرتبہ تھا شاہ ظفرالدین کا
حضرت سید سراج اظہر کا ہم پر ہے کرم — کر دیا ہے نام زندہ شاہ ظفرالدین کا
ان کے احساں سے ہے روشن ہر مدارس تابناک — اہلِ دل پڑھتے ہیں خطبہ شاہ ظفرالدین کا

OOOO

امین ملت پروفیسر حضرت سید شاہ محمد امین قادری برکاتی
زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

مجھے خوب یاد ہے

چشم و چراغ خاندان برکات امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بافیض بزرگ تھے۔ان کے علمی فیوض کے سمندر سے بہت سے دریا رواں ہوئے۔صدرالشریعہ مفتی امجد علی قادری رضوی،صدرالافاضل مولیٰنا سید نعیم الدین مرادآبادی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری برکاتی ،مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان قادری برکاتی نوری، شیر بیشۂ اہلسنّت مفتی حشمت علی خان پیلی بھیت،سیاح عالم مولیٰنا عبدالنعیم صدیقی میرٹھی، برہانِ ملت مفتی برہان الحق جبل پوری، محدث اعظم سید محمد اشرفی رضوی کچھوچھوی یہ سبھی حضرات اپنے آپ میں علم کا سمندر تھے،جن کے سوتے اعلیٰ حضرت احمد رضا کی بحر اعظم سے پھوٹے تھے۔انہیں میں ایک ممتاز شخصیت ملک العلما فاضلِ بہار مولیٰنا محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بھی تھی۔بچپن سے ہم نے ان کا چرچا سنا۔ان کی ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کا تذکرہ بابا حضرت مرشد برحق تاج العلما سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہٗ بھی اکثر فرماتے جن کی کئی مکاتیب اس مجموعے میں بھی شامل ہے۔علم توقیت میں ان کی مہارت بھی مسلم تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ بابا حضرت تاج العلما نے ان سے مارہرہ شریف کے اوقات صلوٰۃ مرتب کرنے کی خواہش کی تھی اور انہوں نے تاج العلما کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مارہرہ کے لیے بھی ''مؤذ الاوقات'' تحریر فرمایا تھا۔ان کی یادوں کے بہت سے گوشے ذہن و دماغ میں محفوظ ہیں۔لیکن انہیں قلم بند کرنے کے لیے جس فرصت کی ضرورت ہے، وہ عنقا ہے۔ فقیر ایک لمبے سفر پر روانہ ہو رہا ہے اور بہت عجلت میں یہ چند کلمات سپرد قلم کر رہا ہوں۔

سید محمد امین

(سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری
لاہور، پاکستان

ملک العلما: امام احمد رضا کی کھلی کرامت

حضرت علامہ مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے محترم حکیم نصیر الدین مدظلہ (مالک نظامی دواخانہ، کراچی) نے ایک مکتوب میں تحریر کیا تھا کہ مولانا محمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ (جھنگ) علامہ الہند مولانا معین الدین اجمیری کے ایسے باکمال شاگرد تھے کہ اگر وہ پس پردہ بیٹھ کر پڑھا رہے ہوتے، تو علامۃ الہند کا کوئی جاننے والا پہچان نہیں سکتا تھا کہ مولانا محمد حسین پڑھا رہے ہیں یا علامۃ الہند؟ غرض یہ کہ وہ ہو بہو اپنے استاد کی نقل تھے، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تو ایسے کئی شاگرد تھے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی یہ کرامت ہی کہیے، یہ ان کے تلامذہ اور خلفا نہ صرف علم و فضل بلکہ صلابت دینی میں بھی ان کے مظہر تھے۔ ان میں سے ایک ممتاز ہستی حضرت مولانا علامہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری تھے۔ انہوں نے اپنے دور کے باکمال اساتذہ مثلاً حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری کے خاص تلامذہ مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی اور مولانا حامد حسن رامپوری کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیا۔ تاہم جس ہستی سے سب سے زیادہ مستفیض اور متاثر ہوئے وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز تھے۔

ملک العلماء بریلی شریف امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو اتنے میں متاثر ہوئے کہ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء میں آپ کے دست اقدس پر بیعت ہو گئے۔ ملک العلماء کو شوق پیدا ہوا کہ درسیات کی تکمیل امام احمد رضا سے کروں۔ لیکن وہ ہر وقت مطالعہ اور تصنیف میں مصروف رہتے تھے۔ نیز ان کے ہاں کوئی مدرسہ بھی نہ تھا ملک العلماء کے جنوں خیز علمی شوق کی کرامت دیکھئے کہ انہوں نے امام احمد رضا خاں بریلوی کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا حسن رضا بریلوی اور بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی اور حضرت مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ شاہ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو تیار کیا اور ان کی کوشش سے امام احمد رضا خاں بریلوی کو مدرسہ منظر اسلام، محلّہ سوداگراں، بریلی شریف قائم کرنے پر راضی کیا۔ مدرسہ کا نام تاریخی ہے جس ۱۳۲۲ عدد برآمد ہوتے ہیں۔ اسی سال یہ مدرسہ قائم کیا گیا۔ مولانا ظفر الدین بہاری اور ان کے ہم وطن دوست مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی ان دو طالب علموں سے مدرسے کا افتتاح ہوا۔

ملک العلماء نے امام احمد رضا خاں بریلوی سے ''صحیح بخاری شریف''، ''اوقلیدس'' کے چھ مقالے ''تصریح''، ''شرح چغمینی''، مکمل کر کے علم توقیت، جفر اور تکسیر وغیرہ فنون حاصل کئے، تصوف کی کتابوں 'عوارف المعارف' اور ''رسالہ قشیریہ'' کا بھی درس لیا۔ شعبان ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء میں علما کے جم غفیر میں امام احمد رضا خاں بریلوی کی فرمائش پر حضرت مخدوم شاہ حیات احمد قدس سرہ سجادہ نشین ردولی شریف نے دستار فضیلت باندھی اور سند عطا کی، تحصیل علوم سے فراغت کے بعد امام احمد رضا خاں بریلوی نے آپ کو تمام سلاسل میں خلافت و اجازت مطلقہ سے نوازا اور ''ملک العلما'' کا لقب عطا فرمایا۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے عزیز ترین اور مایۂ ناز شاگرد اور خلیفہ تھے، کبھی اپنے مکتوبات میں انہیں لکھتے

''جبیبی وولدی وقرۃ عینی''

(میرے پیارے، میرے بیٹے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک)

اور کبھی یوں تحریر فرماتے ''جان پدر بلکہ از جان بہتر''

ملک العلما کے بارے میں امام رضا خاں بریلوی کے تاثرات کا مرقع وہ مکتوب ہے جو انہوں نے انجمن نعمانیہ، لاہور کے ناظم خلیفہ تاج الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو ۵ شعبان المکرّم ۱۳۲۷ھ کو ارسال کیا، اس میں فرماتے ہیں۔

.....مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری

سلمہٗ فقیر کے یہاں اعز طلباء سے ہیں میرے بجاں عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں''۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا سنی خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں..... عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں..... مفتی ہیں..... مصنف ہیں..... واعظ ہیں..... مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ علماء زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی نے ''الاستمداد'' کے نام سے تین سو ساٹھ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ لکھا، جس میں ذکر اصحاب و دعائے احباب کے عنوان سے اپنے خلفاء اور خصوصی احباب کا تذکرہ فرمایا۔ تیسرے نمبر پر ملک العلماء فاضل بہار کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے　　اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

غرض یہ کہ ملک العلما اپنے استاذ اور مرشد گرامی کے چہیتے اور خاص احباب میں سے تھے۔ وہ اس دور کے مروج علوم وفنون کے علاوہ علم جفر، تکسیر اور توقیت میں امام احمد رضا کے مظہر اتم تھے بلکہ توقیت میں تو بقول امام احمد رضا تنہا آگاہ تھے یعنی پورے ہندوستان میں ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا۔ بریلی شریف میں جو نقشہ اوقات نماز شائع ہوتا تھا وہ ملک العلماء ہی تیار کرتے تھے۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی فرمائش پر ملک العلما نے لاہور اور اس کے اردگرد ڈیڑھ دو سو مقامات کے لئے دائمی نقشہ اوقات مرتب کر کے بھجوایا تھا جو ''مؤذن الاوقات'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ حزب الاحناف، لاہور کی طرف سے جو دائمی نقشہ اوقات شائع ہوتا ہے وہ ملک العلما ہی کا ترتیب دیا ہوا ہے۔

حضرت ملک العلما صحیح معنوں میں فنا فی الشیخ تھے، تمام عمر ان کے گن گاتے رہے اور انہیں کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے اپنی توانائیاں صرف کرتے رہے۔ ''الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت'' میں ایک جدول نقل کرنے سے پہلے فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت جامع معقول ومنقول، حاوی فروع و اصول، مجدد مائۃ حاضرہ، صاحب حجت قاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین، سیدی وسندی وذخری لیومی وغدی، مولانا مولوی الحاج القاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدسنا اللہ تسرہ المصوری والمعنوی نے مرے پڑھنے کے زمانہ میں مکمل جدول ترتیب دے کر طبع فرمایا تھا، میں اس جگہ بعینہ اس کو درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تا کہ اس فن کے شائقین کو اعلیٰ حضرت کے فیض و برکت سے بہت آسانی ہو۔

''صحیح البہاری'' کے مقدمہ کی ابتدا میں فرماتے ہیں:

ہم مقصد میں شروع ہونے سے پہلے ایک مقدمہ لاتے ہیں جو متعدد فوائد پر مشتمل ہے۔ یہ فوائد ہم نے علماء کرام خصوصاً سیدی وملاذی شیخی واستاذی، شیخ الاسلام والمسلمین، وارث علوم سید المرسلین، موید الملۃ الطاہرۃ، مجدد المائۃ الحاضرۃ مولانا الشاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی، اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت میں ان کی برکات سے نفع عطا فرمائے کی تصانیف سے چنے ہیں۔ (اردو ترجمہ)

اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ ملک العلما علم ہیئت اور توقیت میں خصوصی مہارت کے حامل تھے اور ان علوم میں ہندوستان میں ان کا کوئی معاصر نظر نہیں آتا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ''شرح چغمینی'' پڑھاتے ہوئے قوم سمت کے بیان میں سمت قبلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ جو علما اپنے آپ کو اس فن کا جاننے والا سمجھتے ہیں، ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی جگہ کا عرض البلد مکہ معظّمہ سے زائد ہو، تو اس جگہ کے لوگ کسی قدر جنوب کی طرف جھک کر کھڑے ہوں اور اگر عرض البلد کم ہو، تو شمال کی طرف جھکتے ہوئے کھڑے ہونا کافی ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ بعض طلبا کو یہ مسئلہ سمجھنے میں دشواری پیش آئی۔ انہوں نے اس وقت کے مشہور علما کے پاس درج ذیل استفتا بھیجا:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کلکتہ، پٹنہ، گیا، الٰہ آباد کا سمت قبلہ شمالی ہے یا جنوبی؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ان سب جگہوں کا قبلہ شمالی ہے چونکہ یہ سب شہر مکہ معظّمہ سے زائد العرض ہیں اس لیے خیال ہوتا ہے کہ سمت قبلہ ان شہروں کا جنوبی ہونا چاہیے۔

نیز وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ سمت قبلہ میں عرض حرم سے عرض البلد کے زائد یا کم ہونے کا اعتبار نہیں، بلکہ عرض موقع کے زائد یا کم ہونے پر انحراف کا مشاد ہے عرض موقع کیا چیز ہے؟ اور سمت قبلہ نکالنے کا کیا قاعدہ ہے؟''

یہ استفتا درج ذیل مشاہیر کو ارسال کیا گیا:

۱۔ مولانا سید سلیم احمد صاحب، ریاست ٹونک
۲۔ مولانا محمد فضل حق صاحب، پرنسپل مدرسہ عالیہ، ریاست رامپور
۳۔ مولانا محمد صاحب، رائی بیٹھ، مدراس
۴۔ مولانا حفیظ اللہ صاحب، ندوۃ العلماء لکھنؤ
۵۔ مولوی انور شاہ صاحب، صدر المدرسین، دیوبند
۶۔ مولوی سید سلیمان ندوی صاحب، دار المصنفین، اعظم گڑھ
۷۔ مولوی ابوالکلام آزاد صاحب، کلکتہ
۸۔ مولوی کفایت اللہ صاحب، دہلی
۹۔ مولوی ماجد علی صاحب، مدرس مدرسہ عالیہ، کلکتہ
۱۰۔ مولوی عبداللطیف صاحب، مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور
۱۱۔ مولوی ثناء اللہ صاحب، ایڈیٹر 'اہلحدیث' امرتسر
۱۲۔ مولوی اشرف علی صاحب، تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر

لیکن حیرت کی بات ہے کہ ان مشاہیر میں سے اکثر نے خاموشی اختیار کی۔ بعض نے اس فن کے ساتھ دلچسپی نہ ہونے کا ذکر کیا اور جن بعض نے جواب دیا وہ بھی اگر خاموشی اختیار کرتے یا معذرت کر دیتے تو بہتر تھا۔ ان کے جوابات پر ملک العلما نے جو تبصرہ کیا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے اور ''الجواہر والیواقیت'' میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

سب سے پہلے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا جواب آیا۔ انہوں نے لکھا کہ میں سوال ہی نہیں سمجھا (جواب کیا دوں؟) اور سمت قبلہ نکالنے کا قاعدہ کسی ہیئت داں سے پوچھا جاوے۔ شاید مدرسہ دیوبند سے اس کو جواب موصول ہو سکے۔ اشرف علی

ملک العلما مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے ''الجواہر والیواقیت'' میں متحدہ ہندوستان کے اضلاع کی سمت ہائے قبلہ بیان کی ہیں اور ہر شہر کا طول بلد، عرض بلد، قوس انحراف اور نقطۂ مغرب سے سمت انحراف بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

''فقیر اپنے مسلمان بھائیوں کی نفع رسانی اور مساجد و صلاۃ کی صحت و درستی کے خیال سے صوبہ جات بنگال، بہار، ممالک مغربی و شمالی پنجاب کے جملہ اضلاع کے سمت قبلہ نکال کر ایک جدول میں بہ ترتیب حروف تہجی مع طول و عرض بلد لکھ دیتا ہے کہ جو صاحب خود نکالنا چاہیں ان کو سہولت ہو'' ۷

اس سے پہلے امام احمد رضا بریلوی کے بیان کردہ دس قواعد بیان کئے ہیں ان قواعد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس جگہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے رسالہ قبلہ سے باب دوم پر اکتفا کروں جس کے قواعد تمام روئے زمین زیر و بالا، بحر و بر، سہل و جبل، آبادی و جنگل سب کو محیط ہیں کہ جس مقام کا عرض و طول معلوم ہو نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے۔ آسانی اتنی کہ ان سے سہل تر بلکہ ان کے برابر بھی اصلا کوئی قاعدہ نہیں اور تحقیق ایسی کہ عرض و طول اگر صحیح ہوں اور ان قواعد سے سمت قبلہ نکال کر استقبال کریں اور پردے اٹھا دیئے جائیں تو کعبہ کو خاص روبرو پائیں۔'' ۸

حضرت ملک العلما ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء تک یہیں فرائض تدریس انجام دیئے۔ اسی سال شملہ کی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہو کر گئے۔ پھر مدرسہ حنفیہ، آرہ میں بحیثیت صدر مدرس تشریف لے گئے۔ ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء میں جامعہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں حضرت سید شاہ ملیح الدین احمد، سجادہ نشین خانقاہ کبیریہ سہسرام کے مدرسہ میں مدرس اول ہو کر ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۱ء میں جب جامعہ شمس الہدیٰ پٹنہ گورنمنٹ کے زیر انتظام آیا تو سینئر مدرس ہو کر واپس آئے۔ ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۸ء کو جامعہ کے پرنسپل ہوئے۔ ۲۲ر نومبر ۱۹۴۹ء کو رخصت لے کر آرام کیا اور ۱۹۵۰ء میں پرنسپل کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ ۱۳۶۷ھ سے ۱۳۷۰ھ تک ظفر منزل، شاہ گنج، پٹنہ میں مقیم رہے۔ حضرت سید شاہ شاہد حسین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق کی استدعا پر ۲۱ر شوال المکرّم ۱۳۷۱ھ میں کٹیہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح کیا اور صدر مدرس کی مسند کو

زینت بخشی۔

غرض یہ تمام زندگی تعلیم، تبلیغ وتصنیف اور خدمت دین میں بسر فرمائی۔اور قابل صد فخر کارنامے انجام دیئے۔

ملک العلماء کی زندگی کے آخری دو سال تصنیف وتالیف، وعظ و ہدایت اور فتویٰ نویسی میں صرف ہوئے جس رات ان کی رحلت ہوئی اس رات بھی آپ نے چار خطوط تحریر کئے۔ وہ بلڈ پریشر کے مریض تھے اور بہت کمزور ہوگئے تھے لیکن ان کے روزانہ کے دینی معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔۱۹ر جمادی الاخرۃ ۱۳۸۲ھ/ ۱۸ر نومبر ۱۹۶۲ء کی رات ذکر جہر اللہ اللہ کرتے ہوئے جاں آفریں کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے رحمہ اللہ تعالیٰ دسویں گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ارزاں رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۰۲۸ھ) کی درگاہ سے متصل شاہ گنج کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔۱۰

حضرت ملک العلما کے فرزند ارجمند اور ہندوستان میں جدید ادب عربی کے معدودے چند فضلاء میں سے ایک فاضل ڈاکٹر مختار الدین احمد مدظلہ ہیں۔ جو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبہ عربی کے صدر رہ چکے ہیں۔اس وقت علی گڑھ ہی میں قیام پذیر ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں سلامت باکرامت رکھے۔آمین۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد مدظلہ نے ملک العلماء کی ستر تصانیف کے نام اوران کا تعارف پیش کیا ہے۔تفصیل کے ''حیات ملک العلما'' مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ، لاہور ملاحظہ ہو۔ درج ذیل سطور میں ان کی چند منتخب تصانیف کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ ''شرح کتاب الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ'' (سال تصنیف ۱۳۲۴ھ سیرت طیبہ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ کی شاء شفاء شریف کی (نامکمل) شرح

۲۔ ''التعلیق علی القدوری'' (۱۳۲۵ھ) مشہور درسی کتاب قدوری پر عربی حاشیہ (فقہ)

۳۔ ''تقریب''، علم منطق میں مفید رسالہ صغری سے سلم تک کے مسائل کا جامع (منطق)

۴۔ ''وافیہ'' (۱۳۳۵ھ) نحو میر سے مغنی اللبیب تک کے مسائل کا جامع رسالہ (نحو)

۵۔ ''موذن الاوقات'' (۱۳۳۵ھ اور کے بعد) مختلف شہروں کے اوقات نماز، سحری و افطاری انتہائے سحر اور ضحوہ کبری کا بیان (متعدد رسائل) (توقیت)

۶۔ ''ہادی الداۃ لترک الموالاۃ'' (۱۳۴۵) تحریک ترک موالات کے رد میں (سیر)

۷۔'جامع الرضوی'' المعروف بہ ''صحیح البہاری'' (۱۳۴۵ھ) (حدیث) تعارف آئندہ سطور میں آئے گا۔

۸۔ ''نافع البشر فی فتاویٰ ظفر'' (۱۳۴۹ھ) ملک العلما کے فتوؤں کا مجموعہ (فتاوی)

۹۔ ''تنویر السراج فی ذکر المعراج'' (۱۳۵۳ھ وبعد)

حضرت سید شاہ حمید الدین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۷ر رجب کو رجبی شریف کے جلسوں کا اہتمام کیا اور تقریر کے لئے حضرت ملک العلماء کو دعوت دی۔ یہ جلسے ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء سے شروع ہوکر ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۴۶ء تک جاری رہے۔ممکن ہے کہ بعد میں بھی جاری رہے ہوں۔ ہر سال یہ تقریریں قلم بند کرلی جاتیں اور ملک العلماء ان پر نظر ثانی ڈال لیتے تھے۔''تنویر السراج'' اسی سلسلۂ تقاریر کا نام ہے۔ پہلے سال ''بسم اللہ شریف'' پر اڑھائی گھنٹے تقریر ہوئی۔دوسرے سال کلمہ ''سبحان'' پر تیسرے سال کلمہ ''الذی'' پر غرض یہ کہ ایک ایک کلمہ اور ایک ایک حرف پر سال بہ سال تقریریں ہوتی رہیں اور یہ سلسلہ تیرہ سال تک جاری رکھا۔ ہمارے عزیز دوست مولانا حافظ محمد شاہد اقبال نے انجمن نوجوانانِ اہل سنت، بھاٹی گیٹ، لاہور کی طرف سے انہی تقاریر پر مشتمل دو تین رسائل شائع کردیئے ہیں۔

۱۰۔ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' (۱۳۶۹ھ) سن عیسوی کے اعتبار سے اس کا تاریخی نام ''حیات اعلیٰ حضرت'' (۱۹۳۸ء) اور ہجری کے اعتبار سے ''مظہر المناقب'' (۱۳۶۹ھ) ہے۔امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ پہلا مستند تذکرہ ہے جو چار جلدوں پر مشتمل ہے اب تک امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی بنیاد یہی کتاب ہے۔اس کی ایک جلد مکتبہ رضویہ، کراچی سے چھپ چکی ہے۔افسوس کہ باقی جلدیں

مولانا شاہ محمود احمد قادری مولف ''تذکرہ علماء اہلِ سنت'' حضرت ملک العلما کے صاحبزادہ صاحب سے لے گئے تھے جو تا حال شائع نہیں ہوئی۔

جناب سید صابر حسین شاہ بخاری، ناظم امام اہلسنّت لائبریری، برہان ضلع اٹک، پنجاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی مکمل اشاعت کے بارے میں ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین رضوی البہاری کے لختِ جگر ڈاکٹر مختار الدین احمد اور (وائس چانسلر مولانا مظہر الحق عربی فارسی، یونیورسٹی، پٹنہ، ہندوستان) سے یوں استفسار کرتے ہیں۔

''حیاتِ اعلیٰ حضرت کی باقی جلدیں بھی آپ نے چھپوانے کا وعدہ کیا تھا لیکن.....نہ چھپ سکیں۔آخر یہ باقی جلدیں کہاں گئیں.....انہیں زمین کھا گئی یا آسمان! آخر ماجرا کیا ہے؟''

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب ان کے جواب میں لکھتے ہیں:

''ماجرا یہ ہے کہ اس کتاب کے مصنف ملک العلما حضرت علامہ محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۲ء-۱۹۶۲ء) نے برسوں کی محنت کے بعد ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' چار جلدوں میں (۱۳۶۹-۱۹۳۸) میں مرتب کی۔پہلی اور دوسری جلد کا مسودہ انہوں نے مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی کو (اشاعت کے لیے) کراچی بھیجا۔انہوں نے پہلی جلد مکتبہ رضویہ کراچی سے جولائی ۱۹۵۵ء میں شائع کی۔پھر اس کو آپ (علامہ اقبال احمد فاروقی) نے اپنے اہتمام میں تین حصوں میں مرکزی مجلس رضا، لاہور سے ۱۹۹۲ء میں دوبارہ چھاپ کر عام کیا۔دوسری جلد کے بارے میں مولانا سید ایوب علی مرحوم نے قلت وسائل کا شکوہ کیا اور لکھا کہ پہلی جلد کی آمدنی سے دوسری اور اسی طرح ساری جلدیں چھاپ دی جائیں گی۔غالباً سنیوں اور رضویوں کی بے حسی اور عدم دلچسپی کے بنا پر سید صاحب کے پاس اتنا سرمایہ کبھی جمع نہ ہوسکا کہ وہ دوسری جلد کی اشاعت کا بیڑا اٹھا سکتے۔کچھ دنوں بعد سید صاحب کا وصال ہوگیا۔ان دنوں ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' پاکستان میں نہ چھپ سکی تو ہندوستان میں کیا چھپتی۔

.....کے) علی گڑھ کے ایک سنی عالم اور طبیب حاذق جناب پروفیسر حکیم خلیل احمد صاحب جائسی (استاذ طبیہ کالج، مسلم یونیورسٹی) کو ساتھ لے کر مجھ سے ملنے آئے۔تعارف ہوا تو معلوم ہوا سنّی رضوی عالم ہیں۔حضرت حجۃ الاسلام کے شاگرد ہیں۔مدرسہ منظر اسلام بریلی کے تعلیم یافتہ ہیں اور مشہور عالم مولانا مفتی شاہ رفاقت حسین (استاد مدرسہ کانپور) کے صاحبزادے ہیں۔ان کی زیر تالیف کتاب ''تذکرہ علماء اہلسنّت'' کا بھی ذکر سن رکھا تھا۔انہوں نے فرمایا ''حیات اعلیٰ حضرت'' کا مسودہ دیکھنا چاہتا ہے۔انہیں دکھایا گیا۔پھر انہوں نے کہا آپ کی اجازت ہو تو میں اسے شائع کردوں۔حکیم صاحب نے ان کی تائید بلکہ سفارش کی۔میں کہا سبحان اللہ اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی کہ یہ سوانح عمری زیورِ طبع سے آراستہ ہوجائے۔میں نے مشورہ دیا کہ پہلی جلد چھپ چکی ہے اسے فی الحال نہ چھاپئے دوسری جلد شائع کیجئے۔اور اس کا مسودہ وہ مجھ سے لے گئے۔کچھ دنوں کے بعد ان کا خط آیا کہ سلسلہ کلام دیکھنے کے لئے اور جلدوں کی ضرورت ہوگی۔چنانچہ کتاب کی چاروں جلدوں کا مسودہ ان کے حوالے کردیا۔انہوں نے میرا مشورہ نہ مان کر پہلی جلد کی کتابت شروع کروادی چھوٹی تقطیع کے ۶۶ صفحوں کے پروف میری نظر سے گزرے تھے پھر معلوم نہیں کیا آفت بے چارے پر پڑی کہ اس کی طباعت رک گئی۔اس زمانے میں برابر ان سے خط و کتابت ہوتی رہی پھر آہستہ آہستہ کم ہوگئی۔برسوں کے بعد انہوں نے اطلاع دی اس کی کتابت کانپور میں ہورہی ہے۔مدت گزر گئی کتابت نے طباعت کی شکل نہیں دیکھی۔استفسار حال کیا جواب نہ آیا۔خطوط لکھتا رہا جواب میں خاموشی رہی۔پھر دہلی کے ایک رسالہ میں اعلان ہوا کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' پٹنہ سے چھپ رہی ہے۔برسوں گزر گئے کتاب غیر شائع شدہ رہی۔مولانا مفتی محمد میاں عالم ہیں، مفتی ہیں، پیر ہیں، اس سے بڑھ کر یہ کہ حامدی ہیں۔ضرور چاہتے ہوں گے کہ یہ کتاب چھپ کر پھیلے۔اس خیال سے کہ مالی حالات اچھے نہ ہوں اور کتاب کی اشاعت کا بوجھ نہ اٹھا سکتے ہوں، عرض کیا گیا کہ کوئی بات نہیں، مسودہ واپس بھیج دیں۔یہ درخواست قابل اعتنا نہ ہوئی۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کراچی سے آپ (علامہ اقبال احمد فاروقی) لاہور سے اور کئی اصحاب پاک و ہند، اس کی اشاعت کے لیے تیار ہوئے اور مسودے کے بدلے ان کو رقم دینے کے لئے بھی تیار ہوئے۔لیکن مفتی صاحب نے توجہ نہیں فرمائی۔چاہتے ہوں گے کہ جب مسودہ مجھ سے

مانگ کر وہ لے گئے ہیں شائع بھی وہی کریں۔ یہ تکلف محض ہے۔ انہیں اندازہ نہیں سنیوں کا کس قدر نقصان انہوں نے کیا ہے۔ تیس سال پہلے یہ کتاب چھپ جاتی تو اب تک اس کے متعدد ایڈیشن نکل گئے ہوتے اور علمی دنیا چودھویں صدی ہجری کے ایک مقتدر عالم اور بے مثال مصنف سے کما حقہ، واقف ہوتی۔

حکیم خلیل احمد اور مولانا ارشد القادری نے مسودے کی واپسی کی بہت کوشش کی۔ کامیابی نہیں ہوئی۔ کئی سال ہوئے میرے ایک عزیز نسیم الحق (ایگزیکٹیو انجینئر، بہار) مفتی محمود احمد کے گاؤں (بھوانی پور، مظفر پور) جا کر رمضان کے زمانے میں صبح سے شام تک ان کے گھر ملاقات کے لیے بیٹھے رہے۔ عصر کے بعد گھر سے رقعہ آیا کہ میری طبیعت علیل ہے۔ اگر آپ لوگ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کے مسودے کے لیے بیٹھے ہیں تو اطلاع دیتا ہوں کہ کتاب کانپور میں چھپ رہی ہے۔ اس بات کو بھی دس سال ہو گئے اور ہنوز روز اول ہے۔ نسیم الحق صاحب کے ساتھ بہار کے ایک مستعد عالم علی احمد سیوانی بھی تھے۔

اب آپ ''جہانِ رضا'' کے ذریعے عالمی اور دینی دنیا کی آواز ان تک پہنچائیں کہ اب وہ براہ کرم سنیوں اور رضویوں پر کرم فرما کر مسودہ مجھے واپس کریں یا حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب کو یا آپ کو یا پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کو بحفاظت تمام بھیج دیں۔ سارے سنّی رضوی بھائی ان کے شکر گزار ہوں گے۔ ۳۰ر سال تک میں خاموش رہا اور اس بات کا منتظر رہا کہ مفتی صاحب اپنے فرائض کا احساس کریں گے اور یا تو وہ کتاب شائع کریں گے یا مسودہ واپس کر دیں گے۔ لیکن آج سید صابر حسین شاہ صاحب کی مندرجہ بالا سطریں (''جہانِ رضا'' شمارہ جولائی ۹۸ء صفحہ ۱۰) اور اسی رسالے کے اگست ۱۹۹۸ء کے شمارے صفحہ نمبر ۱۹ میں آپ کے نام صاحبزادہ محمد الیاس قادری فاضل صاحب (چکوال، گجرات) کے مکتوب گرامی کی یہ عبارت دیکھ کر یا رائے صبر نہ رہا جس میں تحریر فرماتے ہیں:

''چند سال پیشتر آپ نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' ۸ر حصوں میں مرکزی مجلس رضا، لاہور کی جانب سے طبع کروانے کا اعلان فرمایا تھا جس میں تین حصے پہلی جلد کے ملے باقی کیا ہوئے۔ غالباً انڈیا کے کسی مفتی نے تین حصے دبائے ہوئے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ کسی نے اس سے واپس لینے کی ہمت نہیں کی اور تو اور پروفیسر مختار الدین احمد آرزو صاحب قبلہ بھی بے بس نظر آتے ہیں اور بریلی شریف والے بھی خاموش ہیں۔ کیا وہ مفتی اتنا طاقتور ہے؟ کیا کوئی ہمت والا اس سے کتاب بازیافت نہیں کروا سکتا۔ کسی اداریئے میں اس مسئلے پر بحث فرمائیں اور اچھی طرح فرمائیں۔''

صاحبزادہ صاحب کی یہ سطریں پڑھ کر ضبط کا بند ٹوٹ گیا اور یہ سرگزشت آپ کو لکھ دی کہ آپ صورت حال سے واقف ہو جائیں۔ مفتی صاحب کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ کبھی کبھی وعظ و نصیحت، تبلیغ و ارشاد کے لیے اپنے وطن سے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر اپنے وطن مالوف (خانقاہ قادریہ اشرفیہ بھوانی پور، ضلع مظفر پور، بہار ہندوستان) میں مقیم رہتے ہیں۔ انہیں خطوط لکھتے لکھواتے رہیے اور ان کے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس بات کی توفیق دے کہ وہ مسودہ واپس کر دیں میں ان کا بہت شکر گزار ہوں گا۔

علامہ ارشد القادری نے ایک ملاقات میں مجھ سے فرمایا تھا کہ اس کا بھی امکان ہے کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' مصنفہ ملک العلماء فاضل بہار حضرت علامہ ظفر الدین قادری رضوی کچھ دنوں بعد کسی اور نام سے شائع ہو جائے۔ کتب کے چاروں حصوں میں ''حصہ دوم'' اس لحاظ سے سب سے اہم ہے کہ اس میں تصانیف اعلیٰ حضرت کا مفصل ذکر ہے۔ جن کتابوں سے ہم لوگ واقف نہیں ہیں بلکہ جن کے نام بھی ہم نے نہیں سنے ہیں توقع ہے کہ اس حصے میں ایسی نادر کتابوں کا ذکر ہوگا۔

کراچی کے اہلِ علم کے لیے خوش خبری یہ ہے کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' حصہ دوم کا ایک نسخہ بہ خط مصنف مولانا سید ایوب علی رضوی کے خانوادے میں کہیں دبا ہوا ہے۔ مل کر علما نے یہ حصہ اشاعت کے لیے انہیں بھیجا تھا۔ اس کی رجسٹری کی رسید میرے پاس موجود ہے۔ احباب سے التماس ہے کہ سید صاحب کے خانوادے سے جو کراچی میں ہیں، رابطہ کر کے مسودے کا پتہ چلائیں۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے سکریٹری جنرل پروفیسر مجید اللہ قادری خاص طور پر توجہ فرمائیں۔

میرے پاس مفتی محمود احمد قادری صاحب کے ساتھ خطوط محفوظ ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوق وشوق سے انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ پھر کیا ہوا کہ انہوں نے سخت سرد مہری اختیار کر لی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ کسی دن مسودہ واپس آئے گا اور انشاء اللہ پوری کتاب شائع ہوگی اسی طرح جس طرح ملک العلماء نے لکھی تھی۔

(بحوالہ..... ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور اکتوبر نومبر ۹۸ء)

اہلسنّت و جماعت کا یہ اجتماعی فریضہ ہے کہ حیات امام احمد رضا خاں بریلوی کے اس بنیادی ماخذ کو مولانا شاہ محمود احمد قادری سے حاصل کر کے منظر عام پر لائیں جس طرح بھی ممکن ہو۔

۱۱۔ ''مشرقی کا غلط مسلک'' عنایت اللہ معرقی کے رسالہ ''مولوی کا غلط مذہب نمبر ۹'' کے جواب میں لکھا، جس میں ان کے اس دعوے کا علمی انداز میں جواب دیا گیا کہ متحدہ ہندوستان کی تمام مسجدوں کی سمت قبلہ غلط ہے۔

۱۲۔ ''المجمل المعد دلتالیفات المجدد'' (۱۳۲۷ھ) سن مذکورہ تک امام احمد رضا خاں بریلوی کی لکھی ہوئی ساڑھے تین سو تصانیف کا تعارف، اس کے بعد سینکڑوں چھوٹی بڑی تصانیف ان کے قلم سے تیار ہوئیں۔

۱۳۔ ''الجواہر والیواقیت'' (۱۳۳۰ھ) طلوع وغرب، نصف النہار، ضحوہ کبری، وقت عصر، ضرب ستینی، کسور اعشاریہ، حبیب لوگارثمی وغیرہ اہم مسائل آسان زبان میں بیان کئے ہیں افسوس کہ اس ضروری علم کے جاننے والے اس وقت ہمارے ہاں خال خال رہ گئے ہیں۔

۱۴۔ ''جواہر البیان'' (۱۳۳ھ) علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت کتاب ''الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان'' کا اردو ترجمہ (تذکرہ)۔

۱۵۔ ''نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب'' (۱۳۵۴ھ) فقہ کی یہ کتاب بہار کے مشہور اہلِ قرآن عالم سید محیی الدین تمنا عمادی کے درج ذیل سوالات کے جوابات میں لکھی گئی۔

۱۔ ایصالِ ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے یا نہیں؟

۲۔ نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں ایصالِ ثواب کا کوئی دستور تھا یا نہیں؟

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اہلِ بیت اور صحابہ کرام جو وفات پاتے گئے ان کے لئے آپ ﷺ نے یا آپ ﷺ کے حکم سے صحابہ یا اہل بیت نے کبھی ایصال ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے؟ پھر ایک بار کیا یا بار بار؟

۴۔ فقۂ حنفی میں ایصال ثواب کا طریقہ لکھا ہے یا نہیں؟ خود حضرت امام اعظم اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کوئی روایت منقول ہے یا نہیں؟

ان سوالات کے جواب میں حضرت ملک العلما نے ایک مبسوط کتاب سپردِ قلم اور ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیا۔

۱۶۔ ''چودھویں صدی کے مجدد'' (۱۳۶۷ھ) تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست اور چودھوں صدی کے مجدد امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ کا تفصیلی تذکرہ وتعارف''۔

حضرت ملک العلماء کی تصانیف کی فہرست میں چند منتخب کتب کا ذکر کیا گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی تمام تصانیف ہی منتخب ہیں۔

صحیح البھاری:

پاک و ہند بلکہ دیگر بلاد اسلامیہ میں عام طور پر صحاح ستہ، مشکوٰۃ شریف اور ''بلوغ المرام'' ''اربعین نووی'' وغیرہ کتب پڑھائیں جاتی ہیں۔ ان کتابوں میں عموماً اور بالقصد وہی احادیث درج کی گئیں ہیں جو مذہب شافعی کی تائید کرتی ہیں۔

صدیوں تک ہندوستان میں شافعی علما کے تیار کردہ احادیث کے مجموعے ہی پڑھائے جاتے رہے۔ بالآخر علمائے احناف کی توجہ بھی ان احادیث کے جمع اور مرتب کرنے کی طرف ہوئی جو احناف کی دلیلیں ہیں۔

شیخ محقق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۰۵۲ھ) نے ''فتح المنان فی تائید مذہب النعمان'' کے نام سے ایک مجموعۂ احادیث مرتب کیا جن سے آئمہ احناف سے استدلال کیا ہے اس کے بعد علامہ سید مرتضیٰ زبیدی (م۔۱۲۰۵ھ) نے ''عقود الجواہر الحنفیۃ فی ادلۃ الامام ابی حنیفہ'' لکھی۔

ان کے بعد علامہ ظہیر احسن شوق المیوی بہاری (م۔۱۳۲۲ھ) نے ایک مجموعہ احادیث ''آثار السنن'' کے نام سے مرتب کیا لیکن یہ

کتاب مکمل نہ ہوسکی اور باب فی زیارۃ قبر النبی ﷺ پر ختم ہوگئی۔

ملک العلما نے احادیث شریفہ کا ایسا مجموعہ تیار کرنے کا پروگرام بنایا جس میں وہ احادیث جمع کردی جائیں جن سے مسلک اہلِ سنت و جماعت اور مذہب حنفی مین استدلال کیا جاتا ہے۔ ان کا منصوبہ فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق چھ جلدوں میں کتاب مکمل کرنے کا تھا ترتیب اس طرح رکھنا چاہتے تھے:

۱۔ کتاب العقائد
۲۔ کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ
۳۔ کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم
۴۔ کتاب النکاح تا کتاب الوقف
۵۔ کتاب البیوع تا کتاب الغصب
۶۔ کتاب الشفعہ تا کتاب الفرائض

پہلے دوسری جلد کی اشاعت کا منصوبہ بنایا گیا یہ جلد ۱۹۶۰ صفحات اور ۱۹۲۸۷ احادیث پر مشتمل تھی اور چار حصوں میں شائع کی گئی۔۱۲۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر کتاب مکمل ہوتی تو پچاس ہزار سے زیادہ احادیث پر مشتمل ہوتی ۱۹۹۲ء میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں ریٹائرڈ پروفیسر حیدرآباد یونیورسٹی نے اسی جلد کا فوٹو لے کر اشاعت کی۔ پہلی جلد جو عقائد پر مشتمل ہے اس کی فوٹو کاپی جناب ڈاکٹر مختارالدین احمد مدظلہ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں بھجوائی اس جلد پر تخریج اور تکمیل کا کام جناب محترم مولانا عباس رضوی (گوجرانوالہ) انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سنا کہ وہ فرماتے تھے: ملک العلما نے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف سے احادیث مبارکہ لے کر انہیں ابوحنیفہ کے مطابق مرتب کیا اور حدیث کی دیگر کتابوں سے بھی استفادہ کیا۔ اس کی تائید صحیح البہاری کی پہلی جلد کے مطالعہ سے ہوتی ہے۔ ملک العلما نے امام احمد رضا خاں بریلوی کی ان تصانیف کی نشان دہی کی ہوئی ہے جن سے انہوں نے احادیث حاصل کی ہیں۔ امام احمد رضا خاں بریلوی نے اگر کسی حدیث راوی صحابی کا ذکر نہیں کیا تو اس کتاب میں صحابی کے نام کی جگہ خالی چھوڑی ہوئی ہے اور اگر اس کے ماخذ کا ذکر نہیں کیا تو اس میں ماخذ کی جگہ خالی چھوڑی ہوئی ہے۔ اسی خلا کو مولانا محمد عباس رضوی پر کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

اس کتاب کو موافق ومخالف علمی حلقوں میں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، سید شاہ محی الدین سجادہ نشین درگاہ مجیبیہ پھلواری شریف لکھتے ہیں: ''بحمداللہ یہ تصنیف مذہب حنفیہ پر اغیار کے اس غلط الزام کا کہ یہ لوگ اقوام منصوصہ کو چھوڑ کر اقوال امام اعظم پر عمل کرتے ہیں بہت کافی وشافی جواب ہوگی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ'' ۱۳

ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ نے شمارہ جولائی ۱۹۳۲ء میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: ''جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری'' کے نام سے حدیث کا ایک ضخیم مجموعہ مذہب حنفی کو سامنے رکھ کر تیار کیا ہے جو فقہی ابواب کی ترتیب پر چھ جلدوں میں تقسیم ہے..... اس کی ابتداء میں فن حدیث پر حنفی نقطہ نظر سے ایک بسیط مقدمہ لکھا گیا ہے یہ علم حدیث وفقہ کی ایک مفید خدمت انجام دی گئی ہے۔ ۱۴

اخبار اہل حدیث امرتسر نے ۱۹/ جولائی ۱۹۳۳ء کے شمارے میں لکھا: ''صحیح البہاری'' یہ حدیث کی ایک جدید کتاب جو ایک حنفی عالم نے تخریج زیلعی وغیرہ سے ماخوذ کرکے لکھی ہے..... ہمارے خیال میں حنفیہ کرام میں احادیث کا رواج ہونے سے حنفی، اہلحدیث میں جو خلیج ہے وہ کم ہوجائے گی۔ اس لیے فاضل مولف کی محنت قابل داد ہے'' ۱۵

اس جگہ محدث دکن حضرت مولانا سید ابو الحسنات عبد اللہ شاہ نقشبندی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۸/ ربیع الثانی مطابق ۱۳۳۴ھ/ ۲۷ اگست ۱۹۸۴ء) کی تصنیف لطیف ''زجاجۃ المصابیح کا تذکرہ فائدے سے خالی نہیں۔ یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل اور احناف کے لئے مشکوٰۃ المصابیح کے متبادہ بہترین ذخیرہ احادیث ہے۔ مشکوٰۃ شریف مذہب شافعیہ کے مطابق مرتب کی گئی ہے اور ''زجاجہ'' میں مذہب حنفی کے دلائل جمع کردیئے گئے ہیں۔ یہ کتاب پاک وہند میں چھپ کر قبولیت حاصل کرچکی ہے۔ مولانا حافظ محمد شاہد اقبال کی نگرانی میں اردو ترجمہ کے ساتھ فرید بک سٹال، لاہور کی طرف سے چھپ رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے دینی مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ ☆☆

علامہ رضوان احمدنوری شریفی
بانی الجامعۃ البرکاتیہ، گھوسی، ضلع مئو، یوپی

عافیہ: ایک تجزیاتی مطالعہ

فن صَرف کی اهمیت :

حقیقت یہ ہے کہ صحیح بولنا اور سمجھنا اوزان کلمات کے علم پر موقوف ہے، جب تک کلمات کے اوزان معلوم نہ ہوں گے اس وقت تک نہ تو صحیح بولا جاسکتا ہے اور نہ صحیح سمجھا جاسکتا ہے اور کلمات کے اوزان چونکہ علم صرف ہی سے معلوم ہوتے ہیں اس لئے اس فن کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانہ سے مختلف ادوار میں اس فن پر کتابیں لکھی اور پڑھی جاتی رہی ہیں۔ مثلاً علامہ ابن حاجب نے ساتویں صدی ہجری میں شافیہ، آٹھویں صدی ہجری میں علامہ سراج الدین عثمان اودھی نے میزان الصرف، علامہ سید شریف جرجانی نے صرف میر، آٹھویں یا نویں صدی ہجری میں شیخ صفی ردولوی نے پنج گنج غالباً اسی کے آس پاس علامہ شیخ حمزہ بدایونی نے منشعب، گیارہویں صدی ہجری میں علامہ قاضی سید اکبر علی نے فصول اکبری اور تیرہویں صدی ہجری میں علامہ مفتی عنایت احمد صاحب رضی اللہ عنہم نے علم الصیغہ تصنیف فرما کر شائقین علم پر احسان فرمایا۔ عافیہ بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

یہ کتاب مختصر مگر جامع ہے، صرف کے تمام مسائل اور فوائد پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ جتنی مروجہ کتابیں درس میں شامل ہیں ان میں کوئی ایسی کتاب نہیں، جو فن صرف کے تمام مسائل کو حاوی ہو، چنانچہ میزان و منشب میں ماضی مطلق سے لیکر اسم تفضیل تک کی گردانیں اور ان کے بنانے کے قاعدے، ثلاثی مجرد و مزید فیہ، رباعی مجرد و مزید فیہ ملحق کی گردانیں اور ان کے تحت چند مصادر کا ذکر ہے اور کہیں کہیں کچھ کلمات کی تعلیل بھی ہے۔ پنج گنج میں صحیح و معتل و مہموز کا ذکر ہے اور گردانیں صرف معتل اور مضاعف کی لکھی گئی ہیں اور ضمناً مفصل کے کچھ قواعد بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ابواب کی خاصیات کا ذکر اس میں بھی ہے اور فصول اکبری میں بھی ہے مگر پنج گنج میں اصطلاحات کی تعریف نہیں کی گئی ہے۔ کہیں کہیں اصطلاحی معانی کی طرف اشارہ ہے اور فصول اکبری میں اکثر اصطلاحی معانی بتائے گئے ہیں اور کہیں کہیں صرف مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اسی طرح علم الصیغہ میں ثلاثی مجرد کے دو باب ''فَضِلَ اور کَاد'' کا ذکر نہیں، یونہی فعل ماضی کی تمام قسمیں، ان کی گردانیں اور ان کے بنانے کے قواعد نہ تو پنج گنج اور نہ صرف میر میں ہے اور نہ ہی علم الصیغہ میں، فصول اکبری میں بھی ماضی کی قسموں، ان کے بنانے کے قواعد اور بہت سی باتیں نہیں ہیں۔ مذکورہ باتوں میں سے کچھ کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔

الغرض مذکورہ کتابوں میں ایسی کوئی کتاب نہیں، جس میں از ابتدا تا انتہا صرف کے تمام مسائل و قواعد یکجا موجود ہوں کہ صرف اسی ایک کتاب کو پڑھکر تمام مسائل سے واقفیت ہو سکے اور مزید کسی کتاب کی ضرورت نہ پیش آئے، میری اس گفتگو سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں مذکورہ کتابوں اور ان کے مصنفین کی تنقیص بیان کر رہا ہوں۔ حاشا وکلا میرے حاشیۂ خیال میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ کتابیں عصری تقاضوں کے مطابق تصنیف کی گئی ہیں۔ مثلاً میزان و منشعب ابتدائی طلبہ کے اذہان کے پیش نظر لکھی گئی اور صرف میر، پنج گنج وغیرہ میں وہ باتیں ترک کردی گئیں، جن کا ذکر میزان و منشعب یا کسی دوسری ابتدائی کتاب میں ہو چکا ہے۔ اسی طرح فصولِ اکبری میں بہت سی وہ باتیں جن کا ذکر میزان و منشعب، صرف میر اور پنج گنج میں ہو چکا ہے، ترک کردی گئیں۔ علم الصیغہ میں بھی وہ باتیں، جن کا ذکر مذکورہ کتابوں میں ہو چکا ہے، مکمل طور سے بیان نہیں کی گئیں۔ آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پیشتر وقت کی فراوانی اور مشاغل کی کمی تھی، اس لئے ممکن ہے، کہ کسی نے اس کی ضرورت محسوس نہ کی ہو، کہ ایک ایسی کتاب ہونی چاہیے جو صرف کے تمام مسائل پر مشتمل ہو۔ لیکن مصنف علام ملک العلما کی دور رس نگاہ دیکھ رہی تھی، کہ ایک ایسا دور آنے والا ہے، جس میں مشاغل کی فراوانی اور وقت کی تنگی ہوگی اور فارسی زبان کا رواج ختم ہو

جائے گا۔ اس لیے آپ نے عافیہ تصنیف فرمائی۔ جو آسان اور سلیس اردو زبان میں ہے اور از ابتدا تا انتہا صرف کے تمام مسائل کو حاوی ہے۔ جو بلا شبہ صرف کی دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے غالباً اسی لیے اس کا نام ''عافیہ'' رکھا گیا۔

عافیہ کی خصوصیات :

۱۔ مذکورہ بالا کتابوں میں شافیہ عربی زبان میں اور باقی کتابیں فارسی زبان میں ہیں اور ظاہر ہے کہ مادری زبان میں مسائل وقواعد کا علم بہ نسبت دوسری زبانوں کے آسانی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے عافیہ کو سلیس اردو زبان میں تصنیف فرمایا، تاکہ مبتدی طلبہ بھی آسانی سے سمجھ سکیں۔ ساتھ ہی اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی ہے، کہ فن سے متعلق کوئی مناسب اور ضروری بات رہ نہ جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فن صرف کی تعریف اس کا موضوع اور غرض وغایت کو مختصر الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

''جس علم کے ذریعہ اوزانِ کلمات معلوم ہوں اس کو علم صرف کہتے ہیں، غرض اس سے یہ ہے کہ صیغوں کے بولنے اور سمجھنے میں غلطی نہ ہو، موضوع اس کا کلمہ ہے''۔

۲۔ مذکورہ کتابوں میں سے صرف شافیہ میں علم صرف کی تعریف کی گئی ہے۔ مگر موضوع اور غرض وغایت کا ذکر نہیں ہے۔ صرف میر میں تصریف (گردان) کی تعریف تو ہے، مگر علم صرف، اس کی غرض اور موضوع کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح اسم، فعل اور حرف کا ذکر بعض کتابوں میں تو ہے ہی نہیں اور بعض کتاب مثلاً صرف میر میں ہے۔ مگر، تعریف نہیں اور علم الصیغہ میں ان کا ذکر تعریف کے ساتھ ہے۔ مگر جس مختصر اور آسان انداز میں مصنف علام نے ان کی تعریف کی ہے، ایسا انداز اب تک اردو کی کتابوں میں بھی نظر نہیں آیا۔ چنانچہ کلمہ کی تعریف کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''جو کلمہ اپنے ذاتی معنی کو نہ بتا سکے اس کو حرف کہتے ہیں جیسے مِنْ، اِلیٰ کہ خود یہ دونوں کلمے اپنے ذاتی معنی ابتدائے غایت اور انتہائے غایت کو نہیں بتاتے، جب تک دوسرا کلمہ اس کے ساتھ نہ ملایا جائے اور اگر اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرے، مگر تینوں زمانے ماضی، حال، استقبال سے کوئی بھی اس میں نہ پایا جائے، تو وہ اسم ہے۔ جیسے (زَیْدٌ عَالِمٌ) جو کلمہ اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرنے کے ساتھ کسی زمانہ کو بھی بتائے، اس کو فعل کہتے ہیں جیسے نَصَرَ (اس نے مدد کی زمانہ گذشتہ میں)۔''

عربی زبان کی کتابوں میں ذاتی معنی کی تعبیر ''معنی فی نفسھا'' سے کی گئی ہے، اور فارسی زبان کی کتابوں میں معنیٔ مستقل سے کی گئی۔ جس کا سمجھنا مبتدی طلبہ کیلئے آسان نہ تھا۔ مگر مصنف علام نے اس کی تعبیر ذاتی معنی سے کر کے بالکل آسان کر دیا۔ مذکورہ بالا عبارت سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے، کہ آپ کو کسی معنی کو مختصر اور سلیس الفاظ میں بیان کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔

۳۔ اسی طرح جو باتیں مذکورہ کتابوں میں تو مذکور ہیں، مگر کہیں کہیں صرف اصطلاحی لفظ پر اکتفا کیا گیا ہے، تو آپ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے، اس کی وضاحت فرما دی ہے۔ چنانچہ پنج گنج اور فصول اکبری میں خاصیت کا بیان تو ہے، مگر خاصیت کی تعریف نہیں۔ لیکن عافیہ میں اس کی تعریف ان الفاظ کی گئی ہے۔

''خاصیت اس اثر کو کہتے ہیں جو اسی شے پر مرتب ہو خواہ اس کے ساتھ مختص ہو جیسے مغالبہ خاصہ نَصَرَ کا ہے، یا دوسرے میں بھی پایا جائے جیسے تعدیہ کہ افعال وتفضیل وغیرہ میں پایا جاتا ہے''۔

۴۔ پنج گنج اور صرف میر میں صرف خاصیات کی اصطلاحات کا ذکر ہے۔ کہیں کہیں اجمالی طور پر معانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور فصول اکبری میں اکثر اصطلاحات کے مختصر انداز میں معانی بیان کرتے ہوئے، مثالیں دی گئی ہیں۔ مگر عافیہ میں تمام اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ بیان کی گئی ہیں اور بعض مقامات پر اس بات کو بھی واضح طور پر بیان کر دیا گیا، جس کی طرف تبادر ذہنی نہیں ہوتا۔ مثلاً شافیہ اور پنج گنج میں باب افعال کی خاصیت تعدیہ بتا کر مثال پیش کر دی ہے اور فصول اکبری میں بھی تعدیہ اور تصییر کا ذکر کرنے کے بعد مثال پر اکتفا کیا ہے۔ مگر عافیہ میں اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''(خاصیتِ افعال) تعدیہ وتصییر یعنی فعل لازم کو متعدی اور متعدی بیک مفعول کو بدو مفعول اور بدو مفعول کو بسہ کر دینا جیسے خرج زید نکلا زید اخرجتہٗ نکالا میں نے اس کو لزمہ لازم ہوا وہ اس کو، الزمتہٗ لازم کر دیا میں نے اس کا اس کو علِمتُ زیداً فاضلاً جانا میں نے زید کو فاضل اعلمت عمرواً زیداً فاضلاً معلوم کرایا۔ میں نے عمرو کو زید کو

فاضل (عمرو کو کہ زید فاضل ہے)۔حقیقت یہ ہے، کہ جہاں تعدیہ کا ذکر ہوتا ہے، عام طور سے یہی سمجھا جاتا ہے۔فعل لازم جب باب افعال سے آتا ہے، تو متعدی ہوجاتا ہے۔اس بات کی طرف ذہن نہیں جاتا ہے، کہ متعدی بیک مفعول باب افعال میں آنے کے بعد متعدی بدو مفعول ہوجاتا ہے اور متعدی بدو مفعول اس باب میں آنے کے بعد متعدی بسہ مفعول ہوجاتا ہے۔مگر حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو وضاحت سے بیان فرمایا، جس کا ذکر اس فن کی دوسری کتابوں میں نظر نہیں آتا۔

۵۔ علم الصیغہ میں نصر سے مہموز فا کی گردان کے بعد تحریر فرماتے:

''امر ایں باب کہ خذ آمدہ برخلاف قیاس است، قیاس مقتضی آں بود کہ اُوخُذ می آید با بدال ہمزہ بواو بقاعدہ اَوْمِنْ ہم چنیں امر اکل یا کُلْ آمد۔ودر اَمَرَ یا مُرْ حذف ہمزتین وابقائے ہردو ہم جائز ست۔مُرْ واُوْمُرْ ہردو آمد''۔

مگر عافیہ میں اس کو مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہوئے خلاف قیاس حذف کی وجہ بھی بیان کی گئی۔چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''اور کُلْ، خذْ ،مُرْ میں حذف خلاف قیاس ہے مطابق قاعدہ او کل، اور اوخُذ اومر ہونا چاہئے تھا مگر کثرت استعمال کی وجہ سے خلاف قیاس حذف کیا گیا''۔

ابھی علم الصیغہ کی مذکورہ بالا عبارت میں یہ بتایا گیا کہ اَمَرَ یا مُرْ میں دونوں ہمزہ کے حذف کے ساتھ مر بھی آیا ہے اور دونوں کو باقی رکھتے ہوئے اُومر بھی آیا ہے۔مگر یہ معلوم نہیں ہورہا ہے، کہ ان میں کون فصیح ہے اور افصح کی کیا صورت ہے اور افصح کیوں ہے؟

لیکن عافیہ میں مختصر الفاظ میں اس کی وضاحت موجود ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''البتہ خُذْ اور کُلْ یہ التزام محض سماعی خلاف قیاس ہے اور امر سے مُرْ فصیح ہے مگر وَمُرْ سے وَاْمُرْ افصح کہ قرآن شریف میں یوں ہی آیا ہے''۔

اس کی تائید علامہ ابن حاجب کی شافیہ سے بھی ہورہی ہے چنانچہ شافیہ میں "والتزموا خذ و کل علی غیر قیاس لکثرۃ وقالوا مُرُوھو افصح من اُومُرا وا مُر فصح من وَمَر" ص ۱۰۸ مگر وَاْمُرْ کے افصح ہونے کی وجہ انہوں نے بھی نہیں بتائی، یہ وجہ صرف عافیہ میں ہے۔

۶۔ پنج گنج میں ہمزہ کے صرف تین قاعدے ہیں علم الصیغہ میں دس قاعدے ہیں۔مگر عافیہ میں تیرہ قاعدے بیان کئے گئے ہیں فصول اکبری میں دس سے کم ہی ہیں صرف میر میں مہموز کی گردان، تو ہے۔مگر قواعد نہیں۔علم الصیغہ میں ہمزہ کا بھی نواں قاعدہ جو بیان کیا گیا، اس کی تین مثالیں سَالَ وَسَئِمَ اور لَؤُمَ پیش کی گئی ہیں۔مگر عافیہ میں یہ قاعدہ واضح انداز میں بیان کرنے کے بعد نو مثالیں پیش کی گئی ہیں اور نو مثالیں اس لئے پیش کی گئی ہیں، کہ اس کی نو صورتیں ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہمزہ منفردہ متحرک ہو اور ماقبل اس کا بھی متحرک ہو جیسے سَئَالَ، مَاہ، موجل، سَئِمَ، مستھزئین، سُئل، رُؤف، مُستھزِؤن، رُؤس یعنی ہمزہ مفتوحہ، ماقبل مفتوح یا مکسور یا مضموم، ہمزہ مکسورہ ماقبل مفتوح یا مکسور یا مضموم، ہمزہ مضموم ماقبل مفتوح یا مکسور یا مضموم ان نو صورتوں میں دوم وسوم میں بقاعدہ ۲ر یا اور واؤ سے بدلا جائے گا اور ششم و ہشتم میں اختلاف ہے۔بعضوں کے نزدیک بین بین قریب اور بعضوں کے نزدیک بین بین بعید ہے باقی میں بالاتفاق بین بین قریب ہے۔یہ بات صرف شافیہ میں موجود ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں''وان کان قبلھا متحرک فتسع مفتوحۃ قبلھا الثلث و مکسورۃ کذلک و مضمومۃ کذلک نحو سَألُ ومِائہ ومَوَجَّلَ وَسَئِم و مستھزئین وسئل ورؤفٍ و مستھزؤن ورُؤس نحو موَجَّل واوٌ ونحو مائۃ یاء ونحو مستھزؤن وسئل بین بین المشھور وقیل البعید والباقی بین بین المشھور'' ص ۱۰۷، ۱۰۸

۷۔ دو سے زائد ہمزہ کا اجتماع ہوجائے تو کس طرح پڑھا جائے اس کا ذکر علم الصیغہ میں نہیں فصول اکبری میں اجمالاً بغیر مثال کے ان الفاظ میں مذکور ہے وإذا اجتمع اکثر من ھمزتین خفف الثانیۃ والرابعۃ وحقق الاولیٰ والثالثۃ والخامسۃ ص ۵۳۔مگر عافیہ میں اس کی مثال پیش کرکے سمجھایا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

جب دو ہمزوں سے زیادہ ایک جگہ جمع ہوں تو دوسرے چوتھے میں تخفیف ہوگی اور پہلا، تیسرا پانچواں اپنی حالت پر رہے گا جیسے اَوَأبَاَ بروزن سَفَرَ جَلٌ کہ اصل میں اَءَءَءَءٌ تھا۔

۸۔ اسی طرح جب دو ہمزہ دو کلمہ کے ایک جگہ جمع ہوں، تو اس کی کتنی صورتیں ہوتی ہیں۔شافیہ وغیرہ میں ذکر نہیں، اجمالاً فصول اکبری میں ذکر ہے۔مگر عافیہ میں تفصیل کے ساتھ ان تمام صورتوں کو بیان کرنے کے بعد ہر ایک کی وضاحت مثالوں سے کی گئی اور تخفیف وتحقیق کی وجہ بھی

بیان کردی گئی ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''جب دو ہمزہ دو کلمہ کے ایک جمع ہوں، تو دونوں ثابت رکھنا اور دونوں میں تخفیف کرنا بطریق منفردہ یا اول میں بطریق انفراد اور ثانی میں **بطریق مجتمعہ یا لاعلی التعیین** ایک کی تخفیف بطریق منفردہ یا مجتمعہ اور دوسرے کو بدستور ثابت رکھنا، بلکہ اگر دونوں متفق الحرکت ہیں اور ہمزہ اولیٰ لام کلمہ ہو تو دو وجہ اور بھی جائز ہیں لاعلی التعیین ایک کو حذف کرنا اور دوسرے کو ثابت رکھنا، یا اول کو ثابت رکھ کر اور دوسرے کو بطرز ساکنہ وفق حرکت ماقبل سے بدلنا بھی جائز ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے، کہ یہاں بارہ صورتیں ہیں (اول) ہمزہ ثانیہ مفتوح، ماقبل یعنی ہمزہ اولیٰ مفتوح جیسے **جـاءَ اَحـد** (دوم) ہمزہ اولیٰ مضموم جیسے **یَدْرَءُ اَحد** (سوم) ہمزہ اولیٰ مکسور جیسے **من تلقاءِ اَحْدٍ** (چہارم) ہمزہ اولی ساکن جیسے **لَمْ یَدرَءُ اَحَدُ** (پنجم) ہمزہ ثانیہ مکسور اولیٰ مفتوح جیسے **جَـاءَ اِبِـلٌ** (ششم) اولیٰ مضموم جیسے **یـدرءُ اِبِلٌ** (ہفتم) اولیٰ مکسور جیسے **مـن تـلـقاءِ اِبِلٍ** (ہشتم) اولیٰ ساکن جیسے **لم یَـدَرءُ اِبِـلٌ** (نہم) ہمزہ ثانیہ مضموم اولیٰ مفتوح جیسے **جـاءَ اُولـئک** (دہم) اولیٰ مضموم جیسے **یَـدَرءُ اولئک** (یازدہم) ہمزہ اولیٰ مکسور **مِن تلقاءِ اولئک** (دوازدہم) ہمزہ اولیٰ ساکن **لم یدرءُ اولئک**۔

تو ان تمام صورتوں میں دونوں ہمزوں کو ثابت رکھنا بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ اجتماع عارضی ہے اور دونوں ہمزوں میں تخفیف بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ اگر چہ عارضی ہے۔ مگر اجتماع کی وجہ ثقل ضروری ہے اور کسی ایک کی تخصیص محض تحکم ہے۔ اس لئے دونوں میں تخفیف کریں گے۔ اور **لا علـی التعیین** ایک میں بھی تخفیف جائز ہے۔ اس لیے کہ ثقل اجتماع کی وجہ سے ہے، تو جب کسی ایک میں تخفیف ہوگی، تو ثقل جاتا رہے گا۔ مگر ابو عمرو کا مختار تخفیف اولیٰ ہے اور خلیل کے نزدیک پسندیدہ تخفیف ثانیہ ہے اس لئے، کہ اوّل تک کو ثقل نہیں تھا دوسرے کی وجہ سے ہوا تو دوسری ہی میں تخفیف مناسب۔ باقی وجوہ تخفیف ماسبق سے واضح ہے۔

۹۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ابواب اور ان کی گردانوں کا ذکر کرنے کے بعد مجموعی تعداد پھر انھیں کثیر الاستعمال کی تعداد اور ان کی تفصیل بھی مذکور ہے۔ چنانچہ حضرت مصنف علام حضور ملک العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

''بالجملہ تمام ابواب ۵۱/ ہیں پانچ ثلاثی مجرد مطرد ۳/ ثلاثی مجرد شاذ ۱۳/ ثلاثی مزید مطلق با ہمزہ وصل ۵/ بے ہمزہ وصل ۱/ رباعی مجرد ۱/ رباعی مزید بے ہمزہ وصل ۲/ رباعی مزید با ہمزہ وصل ۷/ ملحق بر باعی مجرد ۱۴/ ملحق بر باعی مزید مگر ان میں مشہور اور کثیر الاستعمال صرف ۴۰/ ہیں ۶/ ثلاثی مجرد ۷/ ثلاثی مزید با ہمزہ وصل ۵/ بے ہمزہ وصل ۱/ رباعی مجرد ۱/ رباعی مزید بے ہمزہ وصل ۲/ با ہمزہ وصل ۷/ ملحق بر باعی مجرد ۱۱/ ملحق بر باعی مزید جو ہر قسم کے اول میں ذکر کئے گئے''۔

۱۰۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے، کہ اخیر کتاب میں چند مشکل صیغے کے ساتھ ان کی اصل بھی مکتوب ہے اور تمرین وتشہید کے پیش نظر اور کتابوں کی طرح جوابات نہیں لکھے گئے۔ چنانچہ خود حضرت مصنف علام حضور ملک العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

''اب جملہ مباحث ضروریہ صرفیہ سے فراغت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ بعض مشکل صیغے اخیر میں درج کر دیئے جائیں، تا کہ تمرین الطلاب وتشہید الاذہان ہو۔ اگر چہ آخر پنج گنج وخاتمۂ علم الصیغہ میں بھی یہ درج ہے اور وہیں سے میں نقل کرتا ہوں، مگر از انجا کہ ان دونوں کتابوں میں صیغے مع جواب وتعلیل درج ہیں۔ اس لئے عموماً درس سے خارج رہتے ہیں، کہ معلم اور متعلم دونوں کے خیال میں یہ آتا ہے، کہ جوابات درج ہیں، تو خود طلبہ دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد دوسری کتاب شروع کرنے کے بعد ان کی طرف توجہ نہیں رہتی بنا بریں میں نے مناسب خیال کیا کہ نفس صیغے بہ ترتیب مباحث ووضع کلمات لکھدیئے جائیں اور اعانت بالائے اعانت یہ ہو کہ ان صیغوں کے اصول بھی درج ہوں تا کہ ایک توجہ میں طلبہ جواب دے سکیں۔ معلمین کو چاہیے کہ طلبہ جب صیغے بتالیں تو خود انھیں سے تعلیل بھی پوچھیں''۔

الغرض اس کتاب کی افادیت فن صرف کی تمام مذکورہ کتابوں سے زیادہ ہے اس کے پڑھنے اور پڑھانے سے وہ باتیں چند مہینوں میں حاصل ہوسکتی ہیں جو دوسری کتابوں سے سالہا سال کی محنت کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ مدارسِ عربیہ کے ذمہ داروں کو چاہیے کہ عافیہ کو نصاب میں داخل کریں تا کہ طلبہ کو علم صرف کم مدت میں آسانی سے حاصل ہو جائے۔

☆☆☆

مولانا کوثر امام قادری
استاذ دارالعلوم قدسیہ پرسونی بازار، مہراج گنج، یوپی

ملک العلما کا محدثانہ مقام

یوں تو صوبہ بہار میں حضور مخدوم بہاری کے زمانے میں علوم حدیث کی صبح طلوع ہو چکی تھی، آنحضور خود زبردست محدث تھے اور آپ کے خلفاء اور خلفاء کے تلامذہ میں ایک سے زیادہ بلند پایہ محدث گذرے۔ جن میں بعض نے پوری زندگی درس حدیث میں گذاری، کچھ لوگوں نے درس وتدریس کے ساتھ حفظ حدیث کا بھی اہتمام کیا، کسی نے صحیح بخاری ومسلم کو زبانی یاد کر کے حافظ صحیحین کے لقب سے شہرت پائی، کسی نے اس زمانے میں رائج حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار کی سب سے پہلے شرح لکھی، کسی نے دار قطنی پر حاشیہ لکھا، کسی نے آثار السنن جیسی مختصر مگر گراں قدر مجموعہ حدیث تیار کیا، مختصر یہ کہ بہار کی سرزمین بہت پہلے ہی فرامین رسول کی خوشبو سے معطر ہو چکی تھی اور خادمان سنت نبویہ احادیث وآثار کو مرکز توجہ بنا چکے تھے۔

ان ہی خوش نصیب، فیروزمندوں اور باحوصلہ محدثین کی جماعت میں ایک ممتاز شخصیت حضور ملک العلماء کی بھی ہے۔

پیش نظر مضمون میں محدث اعظم ہند حضور ملک العلماء شاہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کی محدثانہ بصیرت ومقام کا مطالعہ مقصود ہے۔ جس کے لیے بنیادی طور پر دو چیزیں سامنے ہیں۔ ایک صحیح البہاری، دوسری مقدمہ جامع الرضوی۔ تو سب سے پہلے کچھ ابتدائی کوائف پر نظر ڈالتے ہیں۔

نام: محمد ظفر الدین
کنیت: ابوالبرکات
لقب: ملک العلماء
خطاب: فاضل بہار، محدث بہار وغیرہ
والد گرامی: عبدالرزاق اشرفی
تاریخ ولادت: ۱۰/محرم الحرام ۱۳۰۳ھ/ ۱۹/اکتوبر ۱۸۸۰ء صبح صادق کے وقت
جائے ولادت: رسول پور، میجرا، ضلع نالندہ
نسب: حسنی وحسینی سید حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے سلسلہ نسب ملتا ہے۔

چار سال کی عمر میں والد گرامی نے پڑھائی شروع کرادی ابتدائی تعلیم قرآن مجید، اردو، فارسی کی کتابیں والد گرامی سے پڑھی، بعدہ مدرسہ غوثیہ حنفیہ موضع بین میں داخل ہوئے، وہاں کے اساتذہ سے متوسطات تک تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم حنفیہ پٹنہ بہار میں داخلہ لیا۔ جہاں حضرت علامہ شاہ وصی اللہ محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ، منصب صدارت پر فائز تھے اور علوم حدیث کا دریا بہا رہے تھے۔ حضور ملک العلماء کو خوب فیض اٹھانے کا موقع ملا۔ مگر تھوڑے دنوں بعد محدث سورتی مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت چلے گئے اور حضور ملک العلماء نے دیگر مشائخ کی بارگاہوں کا رخ کیا۔

آپ کے اسفار علمیہ پر علامہ محمود احمد رفاقتی نے اچھی روشنی ڈالی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

'ملک العلماء کے ورود کانپور کے وقت استاذ زمن حضرت مولانا احمد حسن کانپوری کا آخر عہد تھا، پھر بھی ان کا بحر علم پورے زور وشور سے لہریں لے رہا تھا'

'حضرت ملک العلماء نے مولانا شاہ احمد حسن کانپوری سے علوم وفنون کی آخری کتابیں پڑھیں اور مولانا شاہ عبیداللہ سے ہدایہ آخرین پوری تحقیق سے پڑھی اور مولانا قاضی عبدالرزاق مرحوم سے کتب حدیث میں استفادہ کیا'

''ملک العلماء کو پٹنہ ہی کے زمانہ قیام میں حضرت محدث سورتی کی شفقت وعطوفت اور بلند علمی منزلت نے اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ کانپور میں بھی حضرت کے دل میں محدث سورتی کی یاد کا جذبہ برقرار رہا۔ اس کے علاوہ جس چیز نے ان کو پیلی بھیت کی حاضری پر ابھارا۔ وہ دوران

درس حضرت مولانا احمد حسن کانپوری کی زبان حق شناس سے حضرت محدث سورتی کے وفور علمی خصوصاً مہارت علم حدیث کا مسلسل و متواتر تذکرہ تھا۔۱۳۲۲ھ میں ملک العلماء کانپور سے پیلی بھیت پہنچے اور ان کے مواج بحر علم سے دوبارہ سیراب ہونے لگے۔حضرت محدث سورتی بھی ان کی آمد سے بہت مسرور ہوئے۔'' (ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۷۷ء،ص ۲۸)

حضرت محدث سورتی کی بارگاہ میں عموماً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔حضور ملک العلماء بغور سنتے، یہاں تک کہ آپ کے دل نے قصد بریلی پر آمادہ کیا اور کچھ دن محدث سورتی کی بارگاہ میں رہ کر سوئے بریلی روانہ ہوئے۔۱۳۲۲ھ میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی بارگاہ فضل و کمال میں پہنچے۔ چونکہ وہاں باقاعدہ مدرسہ کا قیام ابھی نہیں ہوا تھا، اس لئے اعلیٰ حضرت نے مدرسہ اشاعت العلوم میں رہنے کی اجازت دیدی اور اپنے یہاں مشق افتاء کا موقع فراہم کیا۔بعد میں چل کر حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خاں اور علامہ حسن رضا خاں حسن بریلوی کے مشورہ پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے مدرسہ منظر اسلام قائم فرمایا ماشاء اللہ ادارہ کی قسمت دیکھئے مدرس اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور متدرس حضور ملک العلماء۔

علامہ رفاقتی لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری و مسلم از اول تا آخر اعلیٰ حضرت ہی سے پڑھا۔ حضرت الاستاذ پر اعلیٰ حضرت کی عنایات فزوں تر تھیں۔خوش قسمتی سے ان کو بخاری شریف کا وہی نسخہ پڑھنے کو مل گیا، جس میں اعلیٰ حضرت نے اپنے والد ماجد سے پڑھا اور تیرہ برس کی مختصر سی عمر میں محشیٰ کیا تھا۔اس حاشیہ کی قدر و قیمت کے بارے میں حضرت الاستاذ تحریر فرماتے ہیں۔

مرے بخاری شریف پڑھنے کے زمانے میں مصری بخاری کے علاوہ مولانا احمد علی سہارنپوری کے تحشیہ والی بخاری بلکہ شروح بخاری میں عینی، فتح الباری، ارشاد الساری، سب کتابیں تھیں۔لیکن اعلیٰ حضرت کا نسخہ قلمی بخاری شریف جس میں اعلیٰ حضرت نے پڑھا تھا اور اپنے پڑھنے کے زمانے میں مصری کو محشیٰ کیا تھا اس کے افادات و نکات کی لطافت کا رنگ ہی اور تھا۔'' (اشرفیہ جولائی ۱۹۷۷ء،ص ۱۶)

۱۳۲۵ھ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے حضور ملک العلماء کو جلسہ دستار بندی کے حسین موقع پر مشائخ وقت کی موجودگی میں دستار فضیلت اور سند فضیلت عطا فرمائی۔

''حضور ملک العلماء کو ان کے شیخ نے سترہ اسانید مرحمت کئے تھے جس کی تفصیل انھوں نے اپنے رسالہ اسانید نزول السکینۃ باسانید الاجازات المتینۃ میں تحریر فرمائی ہے۔''

آپ نے اپنے اساتذہ سے حدیث کی جن کتابوں کا درس لیا۔سیرت نگاروں کی تحقیق کے مطابق وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) صحیح البخاری	(۶) مسند امام اعظم
(۲) صحیح مسلم	(۷) موطا احمد محمد
(۳) سنن نسائی	(۸) موطا امام مالک
(۴) سنن ابوداؤد	(۹) مشکوٰۃ المصابیح
(۵) سنن ابن ماجہ	(۱۰) طحاوی

یہ تو اساتذہ سے پڑھی ہوئی کتابیں ہیں۔از خود جن کتابوں کا مطالعہ کیا، ان کی تعداد کثیر ہے۔جس کا اندازہ آپ کی تصانیف سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

اصول حدیث، جرح و تعدیل، اسماء الرجال کی کون کون سی کتابیں اپنے اساتذہ سے پڑھی ہیں، سردست اس کا سراغ نہیں لگ سکا۔لیکن مقدمہ جامع الرضوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس فن کی بڑی بڑی کتابیں مطالعہ میں آچکی تھیں۔

آپ کے علم و عمل، فضل و کمال، شعور و آگہی، وسعت نگاہی، بلند خیال پر اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو کامل اعتماد تھا۔بے پناہ محبت و شفقت فرماتے اور بہت سے فضلاء وقت و نابغہ روزگار شخصیات پر آپ کو ترجیح دیتے تھے۔

حضور ملک العلماء نے فراغت تحصیل علم کے بعد درس و تدریس کی طرف عنان توجہ موڑی۔برسوں تک بڑے بڑے مراکز علم میں گوہر علم و فن لٹاتے رہے۔اس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا اور چالیس سے زائد کتابیں مختلف علوم و فنون پر تصنیف فرمائی۔

آپ کی تصنیفات وفتاویٰ شاہد ہیں کہ علوم حدیث کے تمام شعبوں پر آپ کی گرفت مضبوط تھی۔ سندوں کی حیثیت، شذوذ وعلل کی معرفت، ناسخ ومنسوخ کا علم اختلاف متون واسناد کی جانکاری میں دست گاہ کامل رکھتے تھے، ائمۂ اربعہ کے مستدلات اور مآخذ ومراجع پیش نگاہ تھے۔ مسانید ومعاجم، صحاح وسنن، جوامع وشروح وحواشی کا کوئی گوشہ نگاہوں سے اوجھل نہ تھا اور یہ وہ ساری خوبیاں ہیں، جو محدثین کی صفوں میں آپ کی بلند مقام کی تعیین کرتی ہیں۔

بلاشبہ حضور ملک العلماء محدث ہی نہیں محدث اعظم ہند تھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے بعد اپنی مثال آپ تھے۔

حضور ملک العلما کا محدثانہ مقام جاننے سے پہلے عہد اسلام کے دورِ اوّل اور تدوین سنت کے ابتدائی مراحل کی طرف تھوڑی توجہ دی جائے، تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا اور جو کچھ ہمارے بزرگوں (اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور جنت نعیم میں ان کے درجات بلند کرے، آمین) سے صادر ہوا۔ اس کے تناظر میں حضور ملک العلما کی تصنیف کی افادیت نکھرتی نظر آئے گی۔

انبیا علیہم السلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایک نبی کے رخصت ہونے کے بعد ان کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے دوسرے نبی کی بعثت ہوتی۔ پھر دوسرے کے بعد تیسرے پھر چوتھے اس طرح رشد وہدایت کا کام آگے بڑھتا رہتا۔ گویا تبلیغ کی ساری ذمے داری حاملین نبوت و رسالت کے سر تھی۔ لیکن رسولِ گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قوم کی پیشوائی، تعلیم وتربیت، رشد وہدایت کا منصب علمائے امت کو تفویض ہوا۔

تبلیغ وعمل کا تعلق براہِ راست قرآن مقدس اور فرامین رسول سے تھا۔ اس لیے ان کی طرف خصوصی توجہ دی گئی اور علماء امت کی ایک بڑی جماعت جسے محدثین کی جماعت کہا جاتا ہے۔ حدیث رسول کی تدوین، ترتیب، جمع وتالیف میں مشغول ہوئی۔

جن لوگوں نے اس عظیم وجلیل خدمات کو انجام دیا، وہ دو طبقوں میں منقسم ہیں۔ ایک طبقہ میں وہ لوگ ہیں، جن کا کام تھا حدیثوں کی روایت کرنا، یاد کرنا، سند ومتن کو جمع کرنا اور اقوال وفرمودات کو صحیح حالت میں دوسروں تک پہنچا دینا۔ جبکہ دوسرے طبقے میں وہ اشخاص ہیں، جن کے ذمے صرف حدیث کی روایت ہی نہیں بلکہ مسائل کا استخراج کرنا، استنباط مسائل کے اصول وضوابط مقرر کرنا، احادیث کے مضمون ومفہوم کو عملی زندگی کے سانچے میں ڈھالنا اور ان تعلیمات سے لوگوں کو آشنا کرنا جن پر عمل کر کے دارین کی سعادتوں کا حصول ممکن ہو سکے، یہ طبقہ عرف عام میں فقہا کے نام سے موسوم ہوا۔

گویا محدث محض کلمات والفاظ سند ومتن کو مرکز توجہ بناتا ہے اور فقیہ کلمات والفاظ، سند ومتن کے ساتھ مفہوم ومطالب کو بھی زیر بحث لاتا ہے۔

چونکہ فقیہہ دوہرے کمال کا حامل ہوتا ہے۔ اس لیے محدث پر اسے یک گونہ فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ وہ فقہاء جنہوں نے شب وروز محنت شاقہ برداشت کر کے احکام الٰہیہ کی تشریح کی۔ اوامر ونواہی، احکام اسلامیہ، مسائل شرعیہ کا استخراج کر کے مسلمانوں کے لیے کتاب وسنت پر عمل کرنا آسان بنایا۔ بعض محدثین نے ان ہی فقہا کی تضحیک اڑائی۔ انہیں مطعون کیا اور ان کی تضعیف کر ڈالی۔ اگرچہ ان کی تضحیک، تضعیف، طعن وتشنیع سے کچھ نہیں بگڑا اور فقہاء کی مقبولیت بڑھتی رہی، تا آں کہ وہ عالم اسلام پر چھا گئے۔

فقہا چار گروپوں، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے نام سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ ان میں سب سے زیادہ امت مسلمہ نے جسے پسند کیا، وہ امام ابوحنیفہ اور فقہا احناف ہیں۔ ان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت وشہرت دوسروں کے لیے پریشانی کا سبب بنی۔ لہٰذا بعض متعصب افراد ان کے خلاف زبان کھولنے لگے، ان کے استخراج کردہ مسائل کو کتاب وسنت کا مخالف ثابت کرنے لگے، کتابیں تصنیف کی جانے لگیں، احادیث رسول کے مجموعے تیار ہوئے۔ ان میں اپنے مسائل کی تائید کے ساتھ امام اعظم ابوحنیفہ کی مخالفت میں حدیثیں جمع کی گئیں۔ تاکہ لوگوں کو باسانی باور کرایا جا سکے کہ ائمہ احناف کے تمام مسائل قیاسی ہیں، کتاب وسنت سے ان کا کوئی تعلق نہیں، صحاح ستہ، سنن بیہقی، دار قطنی، ابن ابی شیبہ، مشکوٰۃ بلوغ المرام وغیرہ کے مؤلفین سب کے سب امام اعظم ابوحنیفہ کے مخالف تھے اور کتب مذکورہ مصنفہ میں اپنے جذبات کو بھرپور جگہ دی۔

حنفی ائمہ کے پیش نظر کسی فقیہ ومحدث کی مخالفت تھی اور نہ ہی ان کی خصوصی توجہ احادیث وآثار کا مجموعہ تیار کرنے کی طرف تھی۔ یہ کام تو محدثین کر ہی رہے تھے بلکہ ان کا مطمح نظر استخراج مسائل تھا تاہم انھوں نے اس سمت بھی مختصر سی کوششیں کیں اور ساتھ ہی ساتھ امام اعظم پر لگائے گئے الزامات کی تردید بھی کی۔

چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ نے چالیس ہزار احادیث وآثار سے انتخاب کر کے ایک انمول مجموعہ تیار کرایا۔ امام ابو یوسف نے کتاب الآثار مرتب کی، امام محمد نے کتاب الآثار اور موطا امام محمد تیار کیا، امام طحاوی نے شرح معانی الاثار، مشکل الاثار، مسند طحاوی، تالیف کی بعد کی صدیوں میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ علامہ سید مرتضٰی زبیدی نے عقود الجواہر لکھی، محقق دہلوی فتح الرحمٰن تالیف کی اور اس سلسلے کی ایک کڑی حضور ملک العلماء، سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کی تصنیف لطیف جامع الرضوی معروف بصحیح البہاری ہے۔

صحیح البہاری کی تصنیف کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو سابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ رقمطراز ہیں:

''خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں جو پہلا مجموعۂ احادیث مرتب ہوا، وہ علامہ ظہیر احسن شوق نیموی بہاری (۱۲۷۸/۱۳۲۲ھ) کی آثار السنن ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ھ میں ۳۱۱/ صفحات پر قومی پریس لکھنؤ میں چھپی۔ افسوس کہ یہ مکمل نہ ہوسکی کتاب کا خاتمہ باب فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اچانک ختم ہوگیا۔ اس کے بعد کے ابواب وہ لکھنا چاہتے تھے۔ بوجوہ اس میں تاخیر ہوتی گئی۔ تا آں کہ مؤلف علام کی وفات ہوگئی۔ یہ مختصر سی کتاب علمائے احناف میں قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی اور میرے طالب علمی کے زمانے میں بہار کے مدارس میں ہمارے درس میں شامل تھی۔ ممکن ہے کہیں کہیں اب بھی پڑھائی جاتی ہو۔

یہ دیکھ کر کہ یہ مختصر سی کتاب ہے اور اس سے احناف کی ضرورت پوری نہیں ہوتی، حضور ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا، جو موید مسلک اہلِ سنت واحناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ ومصدر، انھوں نے وہ تمام مرویات جمع کیں۔ جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو، جس کی سند اور استشہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہ کی گئی ہو۔'' (ملک العلماء وتصانیف، ص ۳۲)

ملک العلما تصحیح البہاری کے آغاز میں ایک معلوماتی مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۳۲ر فصلوں پر مشتمل مقدمہ میں آپ نے جس سادہ، شستہ، شگفتہ اور سہل انداز میں اصول حدیث کے دقیق، بنیادی اور ضروری مسائل کو بیان فرمایا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ناقدین فن کے آرا کتب اصول کی عبارتیں محققین کے اقوال، ائمہ احناف کے موقف کی تائید میں کچھ اس طرح پیش کی گئی ہیں کہ منصف مزاج قاری کا دل مطمئن ہوجائے اور مخالف وحاسد کا ناطقہ بند ہوجائے۔

مقدمہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ حدیث کی موضوعیت کیسے ثابت ہوتی ہے، اس کے اصول اور جن لوگوں نے بلا لحاظ قواعد وضوابط صحیح یا حسن یا ضعیف حدیثوں کو زمرۂ موضوعات میں شامل کرلیا ہے۔ ان کی تردید وتعاقب، احادیث ضعیفہ کا مقام ومعیار، احکام واعتبار پر زوردار بحث ہے۔ راوی مجہول ومنکر کی حیثیت ومرتبہ، حدیث منکر ومتروک ومبہم پر کی جانے والی موشگافیوں کا محققانہ تجزیہ کچھ اس انداز سے فرمایا کہ قاری ورطۂ حیرت میں پڑ جائے۔

منصف مزاج قاری سنجیدگی کے ساتھ مقدمہ کا مطالعہ کرے تو بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ حضور ملک العلماء کے سامنے اصول حدیث کی مستند مطول ومختصر اور تمام شروح ومتون کی کتابیں مثل آئینہ ہیں اور ناقدین فن، ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال وفرمودات، اسماء الرجال کے مباحث تاریخ وسیر اور جرح وتعدیل کی کتابیں بالکل ازبر ہیں۔ لگتا ہے کہ امام سیوطی کا احتیاط، ذہبی کی سرعت قلمی، ابن معین وقطان کی ناقدانہ بصیرت، امام نسائی کی شدت، حاکم کی نرمی، ابن حجر کی خامہ رفتاری، خطیب بغدادی کی ہمہ جہتی، امام ابو یوسف کی فقہی حمیت، امام محمد کی شان استدلال، بدر عینی کا طرز تعاقب، دارمی کی شان، سخاوی کا انداز، حافظ زلیعی کی شوکت تخریج، نقد ابن مبارک کی جلوہ سامانی، ابن عدی ودارقطنی کی معلومات، ابن الصلاح کی وسعت فہمی، امام نووی کا

زور بیان، غوث اعظم کی برکتیں انتہائی عروج پر ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فیضان کا چشمہ سطر سطر سے پھوٹ رہا ہے۔

عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد کے شیخ الحدیث اور صدر شعبہ دینیات حضرت شاہ عبدالقدیر حسرت حسینی نے مقدمہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

''میں خصوصیت کے ساتھ اس کے مقدمہ کی تعریف کرتا ہوں۔ جس میں بہت سے ضروری فوائد ذکر کئے گئے ہیں۔ جس میں گویا وہ اصول حدیث کا اہم رسالہ ہے۔ خدائے تعالیٰ مولف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔'' (ماہنامہ اشرفیہ، جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۱۳)

اس مقدمہ کی تالیف کیسے ہوئی علامہ رفاقتی فرماتے ہیں:

''جب انہوں نے صحیح البہاری کو مکمل کرلیا، تو ان کو اصول حدیث پر ایک مقدمہ لکھنے کا خیال آیا۔ انہوں نے برسہا برس پہلے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ رسائل سے احادیث کی تحقیق اور اصول حدیث کی تدقیق میں ان کے تفردات کو بڑی محنت سے جمع فرمایا تھا اور الافادات الرضویہ کے نام سے اسے مرتب فرمالیا تھا۔ حضرت الاستاذ نے صحیح البہاری کے مقدمہ میں اس سے استفادہ فرمایا اور آخر میں صاف صاف اعتراف فرمایا۔ وھذا النھر صفر من البحر الاکبر من بحار علوم سیدی و شیخی (ماہنامہ اشرفیہ، جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۱۴)

مقدمہ کے بعد جامع الرضوی معروف صحیح البہاری کا آغاز ہوتا ہے۔ مصنف کے پروگرام و منصوبے سے قطع نظر جو نسخہ میرے سامنے ہے۔ نوسو ساٹھ صفحات اور دس ہزار احادیث و آثار پر مشتمل ہے۔ ترتیب میں مشہور انداز یعنی ابواب فقہیہ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ عنوان کے انتخاب و تعبیر اور ترجمہ ابواب کی ندرت سے آپ کی فقہی بصیرت ظاہر ہے، تو کثرت احادیث سے شان محدثانہ عیاں۔

صحاح و سنن، مسانید و معاجم کی متعدد مطول و مختصر کتابیں نظروں سے گذریں۔ مگر جو التزام اس کتاب میں نظر آتا ہے، وہ کہیں اور نہیں۔ دور نہ جاکر کتب مشہورہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ ائمہ احناف و شوافع کے درمیان مشہور اختلافی مسئلہ رفع یدین کا ہے۔ اس عنوان پر سب نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ اپنے اپنے موقف کی تائید میں احادیث و آثار جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

امام بخاری ایک باب باندھتے ہیں۔ باب رفع الیدین اذا کبر واذ رکع و اذا رفع اس باب کے تحت حدیث ذکر کرکے رفع یدین ثابت کرتے ہیں۔ مگر اس کی وضاحت نہیں کہ آیا رفع یدین سنت ہے یا فرض، واجب ہے یا مستحب۔

امام نسائی باب باندھتے ہیں باب رفع الیدین للسجود (یہاں بھی کوئی وضاحت نہیں) پھر دوسرا باب باندھتے ہیں باب ترک رفع الیدین للسجود مطلب یہ کہ وقت سجود رفع یدین ترک ہے۔ کیا سمجھ کر حرام یا مکروہ یا کیا۔ اس کی کوئی وضاحت نہیں کہ رفع یدین کرنے کی صورت میں صحت نماز پر کیا منفی اثر مرتب ہوگا؟

اس طرح امام ترمذی کسی کسی باب کے آخر میں فرماتے ہیں العمل علی ھذا عند اھل العلم یعنی اس حدیث پر اصحاب علم کا عمل ہے۔ مگر اس کی کوئی صراحت نہیں کہ اصحاب علم کے عمل کی نوعیت کیا ہے۔ عمل کرنے والوں نے اسے فرض یا واجب یا سنت، یا مستحب یا مستحسن، کیا سمجھ کر عملی جامہ پہنایا۔

ہاں اصحاب صحاح ستہ نے کسی کسی باب میں وجوب یا استحباب یا حرمت یا کراہیت کا قول کیا ہے۔ مگر ہر مسئلہ میں اس کا التزام نہیں۔ لیکن صحیح البہاری دیکھئے، تو آپ پائیں گے کہ حضور ملک العلماء کی عادت ہے کہ باب باندھتے وقت مراتب احکام کا خیال رکھتے ہیں۔ مثال کے لیے حسب ذیل ابواب پر نظر ڈالیں۔

(۱) ابواب فرائض الوضو	(۲) ابواب سنن الوضو
(۳) ابواب مستحبات الوضو	(۴) ابواب مباحات الوضو
(۵) ابواب مکروہات الوضو	(۶) ابواب الوضو المفروض
(۷) ابواب الوضوء الواجب	(۸) ابواب الوضو المسنون
(۹) ابواب شروط الصلوٰۃ	(۱۰) ابواب فرائض الصلوٰۃ
(۱۱) ابواب واجبات الصلوٰۃ	(۱۲) ابواب سنن الصلوٰۃ
(۱۳) ابواب مندوبات الصلوٰۃ	(۱۴) ابواب مکروہات الصلوٰۃ

.....وغیرہ

گویا باب پر نظر پڑتے ہی قاری کو یک گونہ علم حاصل ہوگیا کہ اس ذیل میں جتنی حدیثیں آئیں گی، ان سے فلاں نوعیت کا حکم مستفاد ہوگا۔

اہلِ نظر ترجمہ ابواب کی جدت وندرت سے حضور ملک العلما کی شان فقیہانہ اور مقام محدثانہ کا بخوبی ادراک کر سکتے ہیں ۔ لہٰذا بندہ احقر الانام یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ تمام کتب مشہور میں صرف صحیح البہاری کا یہ امتیازی وصف ہے کہ حکم کے ساتھ مراتب حکم کا بھی افادہ کرتی ہے۔

ترجمہ ابواب کے بعد احادیث وآثار کا اندراج ہے۔ ہر باب میں صحاح ستہ کی حدیثیں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ نیز باب سے متعلق کوئی حدیث واثر کسی بھی مستند کتاب میں مل جائے، اس سے صرف نظر نہیں کرتے، معلوم ہوتا ہے کہ مسانید ومعاجم کی طویل کتابیں قوت حافظہ میں محفوظ ہیں۔

کتب حدیث میں صحاح کے ساتھ ضعاف حدیثیں بھی درج کی جاتی ہیں۔ اس کے دو فائدے ہیں۔

اوّل یہ کہ صحاح میں کسی طرح کی کوئی کمی ہو، تو مجموعہ ضعاف کے ذریعہ اس کا ازالہ ہو جائے اور اسے مزید تقویت مل جائے اور صحاح کی موافقت کی وجہ سے رواۃ ضعاف کے متعلق اطمینان حاصل ہو جائے اور صحاح وضعاف کا مجموعہ قوی سے قوی تر ہوتا چلا جائے، جو باب احکام میں مطلوب ومقصود ہے۔

جبکہ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ضعیف حدیثیں مردود وبیکار ہونے کے بجائے محفوظ ومنضبط اور عملی زندگی میں جاری ہو جائیں ۔ کیوں کہ فن جرح وتعدیل جس کے ذریعہ حدیثوں کی صحت وضعف کا علم ہوتا ہے، اس لئے وضع نہیں ہوا کہ کسی راوی میں ادنیٰ سی کمی کے باعث اقوالِ رسول کو رد کر دیا جائے ، بلکہ مقصد وضع تو یہ ہے کہ حدیث کو صیانت و حفاظت فراہم کی جائے اور قول رسول کو اقوال غیر سے ممتاز کیا جائے۔

حضور ملک العلماء نے صحاح کے ساتھ ضعاف کو بھی جگہ دی۔ جس کے سبب ایک ایک باب میں کئی کئی نہیں، بلکہ درجن کے حساب سے حدیثیں آ گئیں۔

مثال کے لئے مندرجہ ذیل ابواب پر ایک نگاہ ڈالیں۔

(۱)باب فضائل الوضو ۲۶/احادیث
(۲)باب الاقامة مثل الاذان ۱۵/احادیث
(۳)باب الاسفار بالفجر ۲۲/احادیث
(۴)باب عدم القرأت خلف الامام ۴۵/احادیث
(۵)باب عدم رفع الیدین ۲۵/احادیث
(۶)باب الوتر ثلاث رکعات ۴۸/احادیث
(۷)باب سنیة المسح علی الخفین ۴۶/احادیث
(۸)باب توقیت المسح علی الخفین ۲۸/احادیث
(۹)باب الجمع الصوری بین الصلوتین ۳۸/احادیث
(۱۰)باب وضع الیمین علی الشمال تحت السرة ۱۲/احادیث
(۱۱)باب التشهد کیف هو ۱۶/احادیث

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے شیخ الحدیث اور صدر شعبہ دینیات حضرت شاہ عبدالقدیر حسرت حسینی نے جز اوّل کو ملاحظہ فرما کر یوں رقم طراز ہیں:

''ہر مسئلہ پر اس قدر کثرت سے حدیث بیان کی ہیں کہ ضعیف، حسن، حسن صحیح، آثار مشہور کا درجہ حاصل کر لیتی ہے، جو لوگ مذہب احناف کو مبنی بر رائے اور مخالف حدیث سمجھتے تھے۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد ان کو اپنی رائے بدل لینی پڑے گی۔'' (ماہنامہ اشرفیہ، جنوری ۱۹۷۹ء، ص۱۴)

حضور ملک العلماء کا علم حدیث میں بڑا اونچا مقام تھا۔ معاصر محدثین آپ کے فضل وکمال کے معترف تھے، علماء اہل سنت، علماء دیوبند، علماء اہلحدیث وغیرہ نے کھلے لفظوں میں آپ کی محدثانہ بصیرت اور علوم حدیث میں مہارت وممارست کا اعتراف کیا۔ اور کیوں نہ ہو، جب کہ ایک طرف مخدوم بہار کا فیضان آپ کے سر پہ سایہ فگن تھا، تو دوسری طرف مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کی شفقتیں، نوازشیں معاون ومددگار تھیں۔

ایسی بلند قامت شخصیت اور عظیم ہستی کے محدثانہ مقام پر بہت کچھ لکھنے کی طبیعت چاہتی ہے، مگر کتابوں کی قلت اور وقت کی تنگی دامن گیر ہے۔ اس لئے ان ہی چند سطور پر اکتفا کرتا ہوں۔

اگر خموش رہوں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محدود

☆☆☆

امیرالقلم ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی
میرا روڈ، ممبئی

ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں

یہ جملہ جو شہ رخی بنا ہے، امام احمد رضا کا ہے۔ اس جملہ میں جو جامعیت ہے، ایک مصروف ترین زندگی کی طرف اشارہ ہے، اس اشارہ پر ذرا سی روشنی ڈال دی جائے، تو ایک پوری کتاب تیار ہو جائے۔ جی ہاں! یہ اشارہ اتنا جامع ہے، بامعنی ہے۔ ایک جہان علم و عمل کا اشاریہ ہے۔ ایک عالم بزم و رزم کا استعارہ ہے، جو کسی کی پرشور علمی کائنات اور پرہجوم افکار حیات کو حاوی ہے۔

اس جملے کا پس منظر یہ ہے۔ ۱۳۳۴ھ کے شعبان کا مہینہ تھا، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تعطیل کلاں ہو چکی تھی، اسی ماہ اخیر یا رمضان کے شروع میں حضور ملک العلماء حسب معمول بریلی آ گئے، امام احمد رضا کے تصنیفی کاموں میں ہمہ تن جٹ گئے۔ اچانک کلکتہ سے ایک تار آیا، جس میں ملک العلما کی طلبی تھی۔ واضح ہو، اس زمانہ میں مواصلات کا سب سے زود رفتار ذریعہ تار ہی تھا۔ تار بھیجنے والے الحاج محمد لعل خان مدراسی تھے۔ الحاج مدراسی مولداً ویلور مدراس کے تھے، موطناً کلکتوی تھے۔ نہایت دیندار تجارت پیشہ تھے۔ حضور ملکی و غیر حضور ملکی سامان تجارت کی درآمدات و برآمدات میں ان کے چار جہاز دریاؤں کی لہروں پر رواں دواں رہا کرتے تھے۔ وہ امام احمد رضا کے محبّ تھے، مداح بھی، ممدوح بھی، خلیفہ بھی، سپہ سالار بھی۔ وہ باقاعدہ سند یافتہ عالم دین نہ تھے، دست قدرت کے تربیت یافتہ تھے۔ امام احمد رضا کے صحبت یافتہ تھے۔ یہ وہی الحاج مدراسی تھے، جن کے بارے میں امام احمد رضا نے فرمایا تھا: ان کی طرح قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی کی طرح اور حجۃ العصر مولانا شاہ محمد وصی احمد محدث سورتی کی طرح ہر شہر ایک ایک سنّی پیدا ہو جائے، تو سنیت کا طوطی بول جائے۔

خیر تار آیا، امام احمد رضا نے اجازت دے دی، حضور ملک العلما کلکتہ روانہ ہو گئے۔ اب جو ملک العلما کلکتہ تشریف لائے، بدعقیدہ مولوی ولی اللہ مارواڑی روپوش ہو گئے، جس نے اہلِ سنت کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ اس کی ساری سرگزشت دیکھنی ہو تو 'گنجینۂ مناظرہ' مطبوعہ کلکتہ ۱۳۳۴ھ دیکھئے۔ رمضان گزرا، شوال آیا، مدرسہ شمس الہدیٰ کھل گیا۔ اب ملک العلما پٹنہ آنے کے لئے بال و پر تولنے لگے، مگر کلکتہ کے الحاج مدراسی، الحاج عبدالرحمٰن مارواڑی و دیگر معززین ان کو کلکتہ ہی روکنے پر مصر ہو گئے۔ اس زمانہ میں دو ہزار روپے کی پیش کش ہوئی اعلیٰ حضرت کے ایک جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک العلما نے صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی کو بلانے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ جملہ یہ ہے 'مولوی امجد علی کے آنے پر رائے معلوم ہوگئی' یہ جملہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۴ھ کا موقعہ ہے۔ ظاہر ہے اس وقت صدر الشریعہ اپنے وطن گھوسی میں تشریف رکھتے ہوں گے۔

ملک العلما نے وہاں کئی ماہ قیام کیا، وعظ کیا، تقریریں کیں، 'گنجینۂ مناظرہ' ترتیب دی، امام احمد رضا کا رسالہ 'تسہیل التعدیل' کی تبییض کی، جس کو وہ بریلی سے صاف کرنے کے لیے ساتھ لائے تھے۔ جس کی صاف کتابت پر امام احمد رضا کلمات تحسین لکھ کر بھیجا اور مزاحاً فرمایا ''تین مہینے کی چھٹی لیں گے، تو کم از کم اس میں نصف کا میں مستحق ہوں، ورنہ تو دو ثلث چاہیے تھا''۔ ممکن ہے، ملک العلما نے اپنے جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان کی بھی دیکھ ریکھ کی ہوگی، جو انہیں دنوں الحاج مدراسی کے زیر اہتمام زیر طباعت تھی۔ اعلیٰ حضرت کے جملہ سے معلوم ہوتا ہے، ملک العلما وہاں دو تین مہینے رہے۔ نہایت مصروف تھے، جب حالات معمول پر آ گئے تو آپ پٹنہ چلے آئے۔ پٹنہ میں پھر وہی مصروفیات، فقہ، حدیث، تفسیر کی تدریس، کتابوں کی تصنیف، مقالوں کی ترتیب، وعظ و خطاب، خدا بخش لائبریری پٹنہ میں دن رات بیٹھ بیٹھ کر متون و شروح اور امہات الکتب سے عبارات و حوالہ جات کی تلاش اور اپنے استاذ و مربی کی خدمت میں ترسیل، یہ تھیں مصروفیات دراز قد خوب رو نوجوان حضور ملک العلما کی، اس وقت ان کی عمر ۳۱ ربرس کی تھی۔

ملک العلما کی عملی زندگی ۲۰ ربرس کی عمر سے شروع ہوئی تھی، یعنی سن

فراغت سے تین سال پہلے ہی۔۱۳۲۳ھ ہی میں انہوں نے قلم پکڑ لیا تھا، ان کے ایک مجموعہ فتاویٰ میں ایک فتویٰ ۸/رمضان ۱۳۲۲ھ کا تحریر کردہ ہے،اس حساب سے دیکھا جائے تو ۱۹/برس میں مفتی کے منصب پر فائز ہو چکے تھے۔ایک دوسرے مجموعہ فتاویٰ میں پہلا فتویٰ ۱۵/محرم الحرام ۱۳۲۳ھ کا تحریر کردہ ہے۔غالباً یہی وہ فتویٰ ہے، جس کا ذکر حضور ملک العلما نے 'حیات اعلیٰ حضرت' میں کیا ہے۔۱۴/محرم الحرام ۱۳۰۳ھ کی پیدائش ہے۔تو ٹھیک ۲۰/برس بعد آپ نے یہ فتویٰ لکھا، جو رضاعت کے متعلق تھا، جس کے درست ہونے پر امام احمد رضا نے ان کو ایک روپیہ شیرینی کھانے کے لیے دیا تھا۔اہلِ علم جانتے ہیں، فتویٰ نویسی جس علمی رسوخ، مہارت، ممارت کا طالب ہے، وہ علمی رسوخ، مہارت، ممارت کا طالب ہے۔وہ علمی رسوخ و مہارت گویا حضور ملک العلما کو ۲۰/برس کی عمر میں حاصل ہو چکی تھی، وہ بھی امام احمد رضا کے زیر نگرانی امام احمد رضا کے دارالافتا بریلی میں۔یہ تو رہی فتویٰ نویسی کی بات، جو ۲۰/برس کی عمر میں ہوئی تو وقت وصال ۱۳۸۲ھ تک جاری رہی۔

فنِ مناظرہ میں بھی ملک العلماء نے اسی عمر میں شد بد حاصل کر لی تھی، جس کے ثبوت میں 'ظفر الدین الجید' کو پیش کیا جا سکتا ہے۔وہ بھی اشرف علی تھانوی کی موجودگی میں، دو بہ دو، رو برو بحث و مناظرہ، اس کی پوری کیفیت رسالہ مذکورہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔اسی عمر میں آپ نے ظفر الدین الطیب لکھی۔علم غیب رسول ﷺ پر 'الحسام المسلول علی منکر علم الرسول' لکھی، 'مواہب ارواح القدس لکشف حکم الوس' تحریر کی، اس پر امام احمد رضا کی تقریظ بھی ہے۔۲۱/برس کی عمر میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نظیر نہ ہونے کے ثبوت پر 'مبین الہدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ' قلمبند کی۔عمر کی اس اکیسویں بہار میں آپ نے 'شفا شریف للقاضی عیاض مالکی' کی عربی میں شرح لکھی۔آغاز شرح کی بھی ماہ مبارک ۱۴/ربیع الاول ۱۳۲۴ھ کی ہے۔اپنی عمر کے ۲۲/ویں سال آپ نے 'کتاب القدوری' پر عربی زبان میں تعلیق لکھی۔رسالہ 'اعلام الساجد بصرف جلود الاضحیۃ فی المساجد' لکھا۔

یہ تمام تحریری نقوش عہد تحصیل کے ہیں اور عمر کا بائیسواں سال تھا۔یعنی ملک العلما فتاویٰ کے علاوہ مذکورہ آٹھ کتب و رسائل کے جامع و مصنف ہو چکے تھے۔یہی سال (۱۳۲۵ھ) ان کی تکمیل تحصیل کا سن بھی ہے۔خانقاہ عالم پناہ حضرت مخدوم عبدالحق چشتی ردولوی کے آستانہ پر عرس کی تقریب میں صاحب سجادہ حضرت شاہ التفات حسین علیہ الرحمہ نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔امام احمد رضا بنفس نفیس موجود تھے۔واضح رہے، اس زمانہ میں آج کی طرح دستار بندی کے جلسے دھوم دھڑاکے نہیں ہوا کرتے تھے، بس استاذ کے علاوہ دوسرے جید علمائے عصر امتحان لیا کرتے تھے اور فضیلت کی سند دے دی جاتی تھی۔اسی سال امام احمد رضا نے ان کو ملک العلما اور فاضل بہار کا خطاب دیا اور اسی برس اپنے پیر و مرشد سید شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کی تقریب عرس، جو بریلی میں منعقد ہوئی تھی۔خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

غرض ان چار، پانچ سالوں (۱۳۲۱ھ-۱۳۲۵ھ) میں پڑھائی کی، فتوے بھی لکھے، استاذ علام کے فتاویٰ کے املا بھی کیے، حوالوں کی تلاش بھی کی، کتب و رسائل کو صاف بھی کیا، کتابیں بھی لکھیں، رسائل ترتیب دیئے، تعلیق لکھی، شرح لکھی، وہ بھی عربی زبان میں، مناظرہ بھی کیا، علمی و عرفانی فیوض و برکات سے سرخرو بھی ہوئے۔اندازہ کیا جا سکتا ہے کس قدر ذہین تھے، چاق و چوبند تھے، بلند اقبال اور طابع آزما تھے۔یہ وہ خصوصیات ہیں جو طالب علموں کی تاریخ میں نظر نہیں آتیں۔شاید اسی لیے امام احمد رضا نے ان کو 'ملک العلما' کے بھاری بھرکم ذی وقار خطاب سے نوازا۔یعنی تمام علوم و فنون اور علما کا بادشاہ قرار دیا۔امام احمد رضا جانتے تھے، اس معزز لقب کا وہی حقدار ہے اور وہی تمام فنون میں علما کی رہنمائی و قیادت کر سکتے ہیں۔چنانچہ حضور ملک العلما امام احمد رضا کے معیار و مقیاس پر مکمل پورے اترے اور اپنے مرشد برحق کی سچی علمی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

ملک العلما اپنے دور کے ملک العلماء تو تھے ہی، اس دور کے بھی ملک العلما ہیں۔آج بھی ان کے فنی رشحات قلم سے عصر استفادہ کرتے ہیں اور انصاف پسند علما اعتراف حقیقت کرتے ہیں۔اس وقت میرے سامنے فیصلہ مقدسہ شرعیہ ہے، جو ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء میں یونیورسل لیتھو ورکس، نوروجی اسٹریٹ، ممبئی سے چھپی ہے۔اس میں وہی قصہ ہے، جو حدائق بخشش حصہ سوم سے متعلق ہے۔اس میں حضور ملک العلماء نے جو نپا تلا جواب دیا ہے۔اردو، فارسی، عربی کے دواوین سے اشعار تشبیب نقل کر کے زیر بحث مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔اس سے صاف عیاں ہے۔حصہ سوم پر توبہ و رجوع سرے سے لازم نہیں آتی۔جو اپنی جگہ ٹھیک ہیں اور قصیدہ اپنی جگہ ٹھیک ہے، صرف ترتیب اشعار کا فرق ہے۔

بات تھی، ملک العلما کے اوائل عمر کی۔ شعبان میں درسیات کی تکمیل ہوئی۔ شوال ۲۵ھ میں مدرس سوم بنا دیئے گئے۔ اب ملک العلما منظر اسلام میں پڑھانے لگے۔ جس کی تاسیس میں ان کا مؤسسانہ رول رہا تھا۔ مطبع اہلسنّت و جماعت کے مہتمم قرار دیئے گئے۔ یہ مطبع ۱۳۱۳ھ کے بعد بریلی میں قائم ہوا تھا، مطبع کے قیام میں امام احمد رضا کے مسودات اور فتاوے کو صاف کرنے لگے، خطوط و فتاویٰ کا املا کرنے لگے، ان کاموں کے کتب و رسائل بھی تحریر کرنے لگے، ضرورت پڑی تو خطاب و مناظرہ کیلئے جانے لگے، مطالعہ و تدریس، مطبع کا اہتمام اور حساب و کتاب، فتویٰ نویسی، امام احمد رضا کے رشحات و تحریرات کی صفائی و ترتیب و املا، اپنے کتب و رسائل کے مواد کی تلاش و ترتیب، سوچا جاسکتی ہے، ملک العلما کس مشینی رفتار سے کام انجام دیتے تھے اور ابھی عمر کا وہی بائیسواں سال تھا۔

۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۹ھ تک ملک العلما کی وہی سرگرمیاں رہیں، جو اوپر مذکور ہوئیں۔ ۱۳۲۶ھ میں علاقہ میوات گئے، عربی زبان میں مناظرہ کر کے مخالف مناظر کا پانی اتار دیا، دیکھئے، شکست سفاہت، روداد مناظرہ۔ اسی سال انہوں نے 'سبط الراحۃ فی الحظر والاباحۃ' لکھی، 'الفیض الرضوی فی تکمیل العمری' لکھی، فتاوے لکھے، ۱۳۲۷ھ میں 'المجمل العدد لتالیفات المجدد' ترتیب دی جو تصانیف رضا کے تعین میں سنگ میل ثابت ہوئی۔ ۱۳۲۸ھ میں 'سجم الکنندہ علی الکلاب الممطرۃ' لکھی، ۱۳۲۹ھ میں 'النبراس لدفع ظلام المنہاس' لکھی، یہ چھ کتابیں قیام بریلی کے دوران تدریس تصنیف کیں، دن رات مصروفیات کا عالم تو وہی تھا اوپر بیان ہوا۔ اس لیے ان برسوں میں شاید زیادہ کچھ نہ لکھ سکے۔ لیکن ان کے لکھنے سے زیادہ اہم اعلیٰ حضرت کے علمی کاموں میں ہاتھ بٹانا تھا۔ جو انہوں نے کیا اور آج تمام خواجہ تاشانِ رضویت کے لئے سرمۂ چشم بنا، جبکہ سن کا وہی تئیسواں چوبیسواں پچیسواں چھبیسواں برس تھا۔

کم و بیش ۹ رسال ملک العلما بریلی میں رہے، قریب پانچ سال تو درسیات پڑھی اور چار سال درسیات پڑھائی۔ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم نعمانیہ لاہور سے درخواست بھی آئی اور امام احمد رضا اپنے نفس پر ایثار کے انہیں بھیجنے کی آمادگی بھی ظاہر کی۔ مگر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، حضور ملک العلما لاہور نہیں گئے۔ شاید ان کے استاذ اور احباب کو اتنی دوران کا جانا پسند نہیں آیا۔ ۱۳۲۹ھ کو اعلیٰ حضرت کے معتقد قاضی الحاج عبدالرزاق رضوی نے بے حد اصرار کیا، تو امام احمد رضا نے ان کو جامع مسجد شملہ کے خطیب و امام بنا کر وہاں بھیج دیا۔ حضور ملک العلما جو علمی شخصیت کے مالک تھے، منبر خطابت اور مصلیٰ امامت پر کب رہ سکتے تھے، چنانچہ وہاں ان کا قیام بہت تھوڑا رہا، یہیں انہوں نے ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ملاقات کی اور اس مسئلہ کی تصدیق کی، کرائی۔ جو ڈاکٹر موصوف نے بریلی جا کر امام احمد رضا سے حل دریافت کیا تھا، وہ مسئلہ ریاضی سے متعلق تھا۔

اس سال یا اس کے اگلے سال حضور ملک العلما مدرسہ حنفیہ آرہ تشریف لے گئے، یہ مدرسہ نیا تھا، بانی تھے حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب الہ آبادی، جو امام احمد رضا کے اخص الخاص احباب میں سے تھے۔ مولانا الہ آبادی کے بے پناہ اصرار اور امام احمد رضا کی اجازت و ایما سے ملک العلما شملہ سے آرہ بحیثیت صدر مدرس منتقل ہو گئے۔ یہاں بھی وہ کچھ ہی مدت رہے، ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں مدرسہ شمس پٹنہ قائم ہوا، بانی تھے مسٹر سید نورالہدیٰ ڈسٹرکٹ سیشن جج، انہوں نے اپنے والد ماجد سید شمس الہدیٰ کے نام پر یہ مدرسہ بنوایا تھا۔ ملک العلما کو پیش کش ہوئی، وہ وہاں مدرس اوّل کی حیثیت سے صدارت کا عہدہ سنبھالا وہ یہاں ۱۳۳۴ھ تک تعلیم دیتے رہے، فقہ، حدیث، تفسیر و دیگر فنون پڑھاتے رہے، اس چار سالہ دور قیام میں ملک العلما نے یہاں درج ذیل کتابیں تصنیف کیں۔

۱) فن توقیت میں 'الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت' ۱۳۳۰ھ
۲) فن تکسیر میں 'اطیب النکسیر فی علم التکسیر' ۱۳۳۰ھ
۳) فن فقہ میں 'التحقیق المبین لکلمات التوبین' ۱۳۳۰ھ
۴) فن نحو میں 'التعلیق علی شروح المغنی' ۱۳۳۱ھ
۵) فن مناظرہ میں 'رفع الخلاف من بین الاحناف' ۱۳۳۲ھ
۶) فن فقہ میں 'القول الاظہر فی الاذان بین یدی المنبر' ۱۳۳۲ھ
۷) فن مناظرہ میں 'کشف الشور عن مناظر رامپور' ۱۳۳۲ھ
۸) فن حدیث میں 'نزول السکینۃ باسانید الاجازات المتینیہ' ۱۳۳۲ھ
۹) فن انساب میں 'خیر السکوک فی نسب الملوک' ۱۳۳۳ھ
۱۰) فن سیرت میں 'جواہر البیان ترجمہ خیرات الحسان' ۱۳۳۳ھ
۱۱) فن مناظرہ میں 'گنجینۂ مناظرہ' ۱۳۳۴ھ

امام احمد رضا کا پہلا خط ملک العلما کے نام ۳۰ر جمادی الاولیٰ

۱۳۳۰ھ کا ملتا ہے، جو علم الاعداد میں ہے۔ دوسرا خط ۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ کا ہے۔ آخری خط ۱۳۳۹ھ کا ہے۔ یہ آخری ۱۴ر ذیقعدہ کے بعد یا ذی الحجہ کا ہے۔ یعنی مرشد کریم کے وصال سے دو ڈھائی مہینے پہلے تک ملک العلما کو خط لکھا جاتا رہا۔ یہ کل ۴۴ر خطوط ہیں، ان خطوط کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، ملک العلما جہاں کہیں رہے، امام احمد رضا کی تربیت، ہدایت، مشورے سے ایک پل غافل نہیں رہے۔ نہ ہی امام احمد رضا نے اپنی نظر سے دور رکھا، سوا دخطوط بتاتا ہے، ایک دوسرے کے دل میں کتنی محبت تھی، اپنائیت تھی، کتنا مضبوط تعلق خاطر اور احترام تھا۔ علمی، معنوی، روحانی فرزند تو تھے ہی لگتا ہے، حقیقی صلبی، فرزند ہو، پل پل نظر رکھی جارہی ہے۔ لمحہ لمحہ خبر دی اور لی جارہی ہے۔ یہ دلی تعلق، قلبی لگاؤ، ذہنی جھکاؤ آج کل کے مرید و شاگرد کے لیے بھی درس عبرت ہے، تو اساتذہ ومشائخ کے لیے بھی مقام عبرت ہے۔

۱۳۳۴ھ کے وسط یا اواخر میں ملک العلماء سہسرام تشریف لے گئے، جہاں وہ قریب ۱۳۳۸ھ تک علوم شرعیہ وشرقیہ کی تعلیم دیتے رہے وعظ و خطاب کرتے رہے مباحثہ ومناظرہ کے لیے دور دراز تک سفر کرتے رہے، اپنے علمی ذوق کی تسکین بھی کرتے رہے۔ امام احمد رضا کی تصنیفی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے، ملک العلماء کے نام خطوط رضا میں اسکا واضح ثبوت موجود ہے۔ ملک العلما کے قیام سہسرام کی یہ علمی یادگاریں ہیں:

۱) فنِ صَرف میں 'عافیہ' لکھی یہ درسی کتاب ہے۔
۲) فنِ نحو میں 'وافیہ' لکھی یہ بھی درسی کتاب ہے۔
۳) فنِ منطق میں 'تقریب' لکھی یہ بھی درسی کتاب ہے۔
۴) فنِ فلسفہ میں 'تہذیب' لکھی یہ بھی درسی کتاب ہے۔
۵) فنِ ہیئت وتوقیت میں 'موذن الاوقات' لکھی جو تمام اکناف ہند کی ضرورت پوری کی اور آج تک کررہی ہے۔
۶) فنِ ہیئت وتوقیت میں بدر الاسلام لکل الصلوٰۃ والصیام لکھی جو غیر مطبوعہ ہے۔
۷) فنِ فقہ میں 'تحفۃ الاحباب فی الکلوۃ والباب' لکھ کر ایک بہت بڑے فتنے کو سرد کردیا۔
۸) فنِ نحو میں 'مغنی اللبیب' کی شرح لکھی جو عربی زبان میں ہے۔
۹) فنِ نحو میں 'نظم المبانی فی علم المعانی' لکھی جو غیر مطبوعہ ہے۔
۱۰) فنِ سیرت میں 'تحفۃ الاحبار فی اخبار الاخیار' لکھی یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔
۱۱) فنِ تکسیر میں 'الاکسیر فی علم التکسیر' لکھی یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔
۱۲) فنِ ترجمہ میں 'امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور' کا ترجمہ کیا۔
۱۳) فنِ تنقید میں حکیم عبدالحئی کی رپورٹ ندوۃ العلماء پر تنقیدی واحتسابی مقالہ لکھا جو دبدبہ سکندری رامپور میں چھ سات قسطوں میں چھپا۔

۱۳۳۸ھ ہی کے کسی مہینہ میں ملک العلما دوبارہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ باصرار بلا لئے گئے، چنانچہ ملک العلما سہسرام سے پٹنہ تشریف لے آئے، صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ مدرسہ خانقاہ کبیریہ سہسرام میں بھی اسی عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے۔ مدرسہ میں پھر وہی فن فقہ، فن حدیث، فن تفسیر کی متداول ومنتہی کتب زیر درس آگئیں۔ منطق، فلسفہ، ہئیت، توقیت تو وہ اپنے دور کے تنہا تاجدار تھے ہی، ان فنون میں بھی طلبا کے علاوہ اساتذہ وعلمائے عصر کی تربیت کرتے رہے، ان علوم کو سیکھنے کے لیے علما دور دراز سے خط وکتابت کرتے تھے۔ پٹنہ میں قیام کرکے بھی سیکھتے تھے۔ الغرض ملک العلما ہر کام اپنے وقت پر نہایت منضبط انداز میں سرانجام دیتے تھے، تحریک ترک موالات کا طوفان اٹھا، تو ملک العلما نے ایک طرف پٹنہ میں محاذ سنبھالا اور 'ہادی الہداۃ الترک الموالات' لکھ کر قوم پرست علما اور سیاست دانوں کو متنبہ کیا، تو دوسری طرف علی گڑھ سے علامہ الشاہ سید سلیمان اشرف پروفیسر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی نے زبردست علمی مقالہ لکھ کر امام احمد رضا کے موقف کی حمایت کی۔

المختصر ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۴۰ھ تک ملک العلماء دور رہ کر بھی امام احمد رضا سے فیض اٹھاتے رہے، وہ دوری کوئی اور نہیں، فقط زمینی اور مکانی تھی۔ ۱۸ر برس کی عمر میں ملک العلماء امام احمد رضا سے جو قریب ہوئے وہ قربت امام احمد رضا کے وصال تک کوئی ۱۹/۲۰ر برس تک اپنی جگہ قائم رہی۔ اس رشتۂ قربت ومحبت کو بجا طور پر اٹوٹ رشتہ کہا جاسکتا ہے۔ اپنے حلقۂ مریدین میں یا امام احمد رضا کے چاہنے والوں میں اہلسنّت یا مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم لہرائے رکھنا مشکل کام ہے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ میں ہر اسکول کے اساتذہ تھے، طلبہ تھے۔ ملک العلما نے وہاں اہلسنّت کا پرچم ایسی تاب وتوانائی سے اٹھائے رکھا کہ کسی کو پل مارنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ یہ بھی ایک ملک العلماء کی انفرادی خصوصیت ہے، یہی خصوصیت ہمیں رئیس المتکلمین حضرت سید شاہ سلیمان اشرف بہاری کے صحیفہ میں

نظر آتی ہے۔ جبکہ اس وقت علی گڑھ میں دینی بیزاری عروج پر تھی۔

زمینی دوری کے ان نو دس برسوں (۱۳۳۰ھ-۱۳۴۰ھ) میں بھی ملک العلما کا رِ رضا میں ہمہ تن مستعد رہے، ذکرِ رضا کرتے رہے، ترانۂ رضا پڑھتے، پڑھاتے رہے۔ ان کی صحبت کے فیض اٹھانے والے، ان کی مجلس میں بیٹھنے والے، ان سے درس لینے والے سب کے دلوں میں نامِ رضا گھر کرتا گیا۔ سب کے ذہنوں پر ذکرِ رضا چھپتا رہا وہ خود بیعت نہیں کرتے۔ اپنے چاہنے والوں کو امام احمد رضا سے کراتے حجۃ الاسلام سے قریب کرتے، مفتی اعظم ہند کے پاس بھیج دیتے، طلبا کو منظر اسلام پہنچا دیتے، پڑھاتے خود تھے، تیار خود کرتے، دستار منظر اسلام سے کراتے تھے۔ جب منظر اسلام قائم ہوا، تب بھی انہوں نے خط لکھ لکھ کر طلبہ کو بلا کر منظر اسلام میں داخل کراتے تھے۔ خود سے انہوں نے کوئی مدرسہ نہیں بنایا ساری عمر منظر اسلام کی وفاداری میں کام کیا۔

بات تھی ملک العلما کے ان نو دس برسوں کی، جب وہ بریلی بعد مکانی پر رہے۔ ان برسوں میں خط کتابت کا سلسلہ رہا اور خوب رہا۔ خط کتابت کے لفاف وملفوف سے باتیں سامنے آتی ہیں جو خط امام احمد رضا نے ارسال فرمایا ہے، ملک العلماء کی سیرت، حیات، علوم، تصانیف، خصوصیات لکھنے کے لیے بس وہی خط کافی ہے۔ امام احمد رضا ہی نے خاکہ کھینچ دیا ہے۔ ذیلی عنوانات قائم کر دیئے ہیں۔ سنّی خالص مخلص ہادی مہدی ہیں۔ یہ جملہ ملک العلماء کی شفاف سیرت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں، کہہ کر باکمال مدرس ہونے کی ضمانت دے دی ہے۔ ملک العلماء درس کی خصوصیات پر باقاعدہ ایک باب لکھا جا سکتا ہے۔ ان کے تلامذہ پر کئی ابواب تیار ہو سکتے ہیں۔ 'مفتی ہیں' یہ جملہ بھی ایک باب کا عنوان بن سکتا ہے۔ 'مصنف ہیں' اس جملہ پر تو ایک پوری کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ 'واعظ ہیں' وعظ وخطاب پر تو ملک العلماء کے کئی رسائل لاہور سے شائع ہو چکے ہیں۔ مزید اور غیر مطبوعہ ہیں۔ سب کو جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم جلد 'خطبات ملک العلماء' کے نام سے چھپ سکتی ہے۔ 'مناظرہ بعونہٖ تعالیٰ کر سکتے ہیں' یہ جملہ فن مناظرہ میں مہارت وکمال کی کھلی شہادت ہے۔ اس سے بھی مکمل ایک جلد کتاب بآسانی بن سکتی ہے۔ 'علمائے زمانہ میں توقیت سے تنہا آگاہ ہیں' یہ جملہ اس بات کے ثبوت کے لیے بہت کافی ہے کہ اس علم میں ملک العلما علمائے عصر کے مرجع ومقتدا تھے اور آج بھی ہیں۔

ملک العلما کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے یہ جملے اس وقت لکھے (جو سند کا درجہ رکھتے ہیں) جب ملک العلماء صرف ۲۵/ برس کے تھے، پچیس سالہ نوجوان ملک العلما پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اتنا اعتماد تھا۔ جب یہ صغر سنی کا عالم تھا تو کبر سنی کا عالم کیا رہا ہوگا۔ جو علمی رسوخ، فنی حذاقت ومہارت لوگ چالیس سال کے بعد حاصل کرتے ہیں۔ ملک العلما پچیس برس کی عمر میں حاصل کر چکے تھے، وہ بھی امام احمد رضا کی علمی و فنی تجربہ گاہ میں، امام احمد رضا کی تحریری وقولی ثبوت وشہادت کے ساتھ۔ جبھی تو اعلیٰ حضرت نے ملک النحو، ملک الحدیث، ملک التوقیت نہیں فرمایا، ملک العلما فرمایا۔ تمام علوم کے ملک، تمام علما کے ملک، شاہ، بادشاہ اور سچ یہ ہے کہ وہی اس عظیم خطاب کے مستحق بھی تھے۔ پھر وہ مدت مدید علوم رضا، فنونِ رضا، افکارِ رضا کی نیابت، نقابت کرتے رہے جو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

امام احمد رضا عالم علوم کثیرہ تو تھے ہی، عامل عملیات عجیبہ بھی تھے، مارہرہ مطہرہ کے حضرت نوری میاں نے ایسے اعمال واسرار سربستہ کی تعلیم دی تھی، جو کسی بھی امر میں اکسیر، تریاق، تیر بہ ہدف، شہد کلید سے کم نہیں۔ چنانچہ امام احمد رضا نے ملک العلماء کو ان علوم واسرار سے کلی حصہ دیا اور حفاظت فرمائی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ''میں جن امور میں ہوں، اگر آپ تفصیل لکھوں تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے۔ مگر آپ کی یاد دل کے ساتھ ہے۔ جو عظیم ساعت میسر ہوئی محض عطیۂ الٰہی تھی اس میں یہ نقوش تیار کیے جو مرسل ہیں''۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں ''ایک کی ساعت وقت صبح کی تھی اور دوسرے کی افضل الساعات ساعت اخیرہ جمعہ اور بعد نمازِ جمعہ ایک نقش آپ کے لیے چاندی کندہ کرایا''۔

امام احمد رضا طبیب وحکیم بھی تھے، ایک خط میں حکمت وطب کی تعلیم وہ بھی 'کاشف الاسرار' کے حوالہ سے دے رہے ہیں، جو مارہرہ مطہرہ کا مجرب وآزمودہ ہے۔ شب برأت کی فضیلت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ایک پرچہ بھیج کر عوامی اصلاح واعمال کی ترغیب دیتے ہیں، ایک خط میں لکھتے ہیں:

''آپ اور مولانا حامی سنت، ماحی بعدت حاجی محمد لعل صاحب سلم کما جو کچھ خدمات دین کر رہے ہیں، اللہ عزوجل برمۃ قبول فرمائے اور دو جہاں میں اس پر اجر جزیل دے اور ہمیشہ اعلائے دین پر منصور

رکھے۔'' ایک اور جگہ لکھتے ہیں ''افسوس! ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں''۔

یہی جملہ عنوان مضمون بھی ہے اور 'ایک لعل خان کیا کیا بنائیں۔ حضرت مولانا محمد لعل خان مدراسی پر بھی آج تک کچھ نہیں ہوا، جو حقیقتاً مجاہد اہل سنت تھے، کوئی فاضل ان پر کام کرے تو یہ ایک نادر تاریخی باب ہوگا، مواد سب موجود ہے، مگر منتشر ہے۔ صرف جمع کر دینے کی ضرورت ہے۔ خود اعلیٰ حضرت کی تحریری شہادتیں درجنوں ہیں۔ ایسی گمنام کڑیوں پر کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ سالار وقت حضرت مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی تاریخ رضویات کا دوسرا تابناک باب ہے۔ یہ وہی قاضی صاحب ہیں، جن کی خدمات کی سراہنا خود امام احمد رضا نے کی۔ دعوت قبول کی، بیمار ہوئے تو عیادت کی، وصال ہوا تو خود قبر میں اترے، قاضی کی نعش کو اتارا اور یہ کہتے ہوئے سلادیا ؎ جا میری جاں خدا حافظ

قاضی صاحب کا انتقال عین عہدِ شباب میں ہوا، اس کم عمر میں بھی جو انہوں نے خدمت دین کی تاریخ رقم کی اس کا اعتراف زمانے کو ہے۔ یہ وہ شخصیات ہیں جو امام احمد رضا نورتنوں میں ہیں اور اپنی اپنی جگہ ایک عہد اور ایک تاریخ ہیں۔ ماضی کے ان آئینوں کو سامنے لانے کی از حد ضرورت ہے تاکہ حالیہ نسلوں کو سوئے حرم بلانے میں مدد مل سکے۔

موضوع تھا، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں، کیا کیا کریں، کب کب جائیں، کہاں کہاں جائیں، درسگاہ میں پڑھائیں، دارالافتاء میں فتویٰ لکھیں، دار التصنیف والترجمہ میں تصنیف کریں، ترجمہ کریں درسی کتابیں تیار کریں یا درسی کتابوں کی شرح لکھیں، کتابیں چھپوائیں، رسائل بٹوائیں، مضامین شائع کریں، اخبارات و جرائد پر نظر رکھیں، خلاف شرع باتوں کی نوٹس لیں، کیا کیا کریں، کہاں کہاں جائیں وعظ کریں تقریر کے لیے دورے کریں، مناظرہ کے لیے میوات جائیں، کلکتہ جائیں، برما جائیں، مدراس جائیں، رامپور جائیں، بنارس جائیں، کہاں کہاں جائیں، آریہ سماجوں سے مناظرہ کریں یا وہابیوں سے مناظرہ کریں، کیا کیا کریں؟ روداد سفر لکھیں یا سرگشت مناظرہ لکھیں کیا کیا لکھیں؟ علوم قدیمہ پڑھائیں یا علوم جدیدہ پڑھائیں، حدیث و تفسیر کا درس دیں، یا ہیئت و توقیت کی کلاس میں بیٹھیں، پورے ہندوستان کی مسجدوں کے اوقات نماز کا نقشہ بنائیں، یا روزہ و افطار کا ٹائم ٹیبل بنائیں، خطوں پر خط ہے، تاروں پر تار ہے، فرمائش پر فرمائش ہے کیا کیا کریں؟ کیا کیا بنائیں۔ ۱۸ برس کی عمر میں امام احمد رضا کا وہ لاڈلا امام احمد رضا کی درسگاہ میں بیٹھا تو عمر کی ۸۲ رویں پائیدان تک اٹھنا نصیب نہ ہوا، تا آنکہ وہ دنیا سے اٹھ گئے۔ چند ہی سال وہ طالب علم رہے، ساری عمر طالب علموں میں گھرے رہے۔ ان طالب علموں میں صغیر السن بھی تھے، شباب السن بھی تھے، کبیر السن بھی تھے۔ علما و فقہا تک ان کی درسگاہ میں بیٹھے، اکتساب علم کیا، جدید علوم سیکھے، وقت کے سجادہ نشین ہوں، صدر المدرسین ہوں، شیخ الحدیث ہوں سب ان کی درگاہ فیض سے سیراب ہوئے۔ ایسی کثیر الجہات مصروف ترین شخصیت کے بارے میں امام احمد رضا کا یہ ریمارک 'ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں' کتنا برمحل ہے۔ خدا رحمت کند ایں پاک طینت را۔

اب ایک بات کر کے رخصت ہوتا ہوں پروفیسر مختار الدین احمد صاحب نے لکھا ہے ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۰ء میں حضور ملک العلماء جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار (قدیم پورنیہ) تشریف لے گئے۔ ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آ کر مقیم ہو گئے۔ حضور ملک العلما کا پورنیہ میں دو سال قیام کیسے رہا؟ ہو سکتا ہے، یہ کتابت کی غلطی ہو، دس سالہ کو دو سالہ بنا دیا ہو۔ امام علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب مدظلہ جو ملک العلما کے قابل فخر تلمیذ ہیں اور بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں وہ فرماتے ہیں: پانچ سال تک میں نے خدمت کی ہے اور یہ کوئی ۱۹۵۵ء کا زمانہ تھا، لہٰذا پانچ سالہ قیام تو میرا آنکھوں دیکھا ہے، حسن اتفاق سے ملک العلما کا ایک فتویٰ اس وقت سامنے ہے۔ جس پر نومبر ۱۹۵۴ء کی تاریخ درج ہے۔ اختتامیہ جملہ ہے: والسلام علی اہل الاسلام محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ پرنسپل جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار ضلع پورنیہ، بقلم محمد عبد الرشید متعلم جامعہ لطیفیہ اب یہ ابہام زیادہ بہتر انداز میں حضرت پروفیسر موصوف دور کر سکتے ہیں۔ ایک اور بات یہ کہ بقلم محمد عبد الرشید متعلم جامعہ لطیفیہ کون ہیں یہ وہی متعلم ہیں جو بعد میں حضرت مولانا محمد عبد الرشید رشیدی ہو کر دار العلوم مصطفائیہ خانقاہ رشیدیہ جمخانہ بازار پورنیہ کے صدر مدرس اور ناظم اعلیٰ ہوئے۔ جس میں شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۳ء میں مدرس تھے۔

☒☒☒☒

محمد نعمت اللہ رضوی سراجی
متعلم جماعت اولیٰ، دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، ممبئی

حضور ملک العلما کی مختصر سوانح

حضور ملک العلما فاضل بہاری حضرت علامہ مولانا شاہ سید محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی، ہندوستان کے ان عالموں اور مصنفوں میں تھے جن کی علم کی شہرت دور دور تک پھیلی اور جن کی تصانیف کثیرہ سے ہندوستان و پاکستان کے رہنے والے بلکہ پوری دنیا والے مستفید ہو رہے ہیں۔ وہ ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے کامیاب اور شفیق استاذ، علمی تقریر کرنے والے، شگفتہ بیان مقرر، دل نشی باتیں کرنے والے موثر واعظ، اپنے منطقی اور علمی استدلال سے فریق کو لاجواب کر دینے والے مناظر اور پچاسوں کتابوں کے نامور مصنف تھے، جن کی تعلیمات و تصنیفات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہے۔ اور بہت سے علوم وفنون پر مشتمل کئی کتابیں تصنیف فرمائی، اگر وہ کم عمری میں ذہین طباع اور سخت جدوجہد کرنے والے طالب علم تھے تو اپنے عہد شباب وکہولت بلکہ کبرسنی میں جفاکش استاذ اور سرگرم مصنف بھی تھے، اور دوبندی وہابی وغیرہ تمام فرقہائے باطلہ سے بغض وعناد رکھتے تھے کیونکہ یہی ایک کامل اور عاشق رسول کی پہچان ہے۔ طریقت کے راہ کے مجاہد، اور حب رسول میں سرشار، ان کی زندگی کا نظام الاوقات سخت منضبط تھا، انہوں نے اپنے اوقات اس طرح تقسیم کر رکھے تھے کہ گوناگوں مشغولیات کے باوجود ان کا خاصا وقت وظائف واوراد اور یاد الٰہی کے لئے مخصوص تھا۔

چار سال کی عمر میں ۱۳۰۷ھ میں آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم شروع کرادی، رسم بسم اللہ حضرت شاہ چاند صاحب کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی ابتدائی تعلیم آپ کو آپ کے والد ماجد نے دی، پھر قرآن مجید اور فارسی کی کتابیں اپنے گھر پر حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبد اللطیف سے پڑھیں ۱۳۱۲ھ میں بتقریب نکاح خواہر ماموں زاد موضع بین جانے کا اتفاق ہوا، بعد انجام تقریب مولوی شیخ بدر الدین اشرف، محی الدین اشرف صاحبزادگان رئیس دیندار اولا تباد عالی، جناب شیخ رمضان علی مرحوم نے روک لیا اور فرمایا کہ تمہاری تعلیم یہیں ہوگی، وہاں کئی سال رہ کر مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں تفسیر جلالین، میر زاہد وغیرہ تک درس انہوں نے لیا، وہاں کے اساتذہ میں مولوی شیخ بدر الدین اشرف کے علاوہ حضرات ذیل خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ مولوی مہدی حسن میجروی، جناب حافظ محمد اسماعیل بہاری جناب مولانا فخر الدین حیدر، مولوی منعم، منشی اکرام الحق، مولوی معین اظہر رئیس بین، اساتذہ ان کی ذہانت وشوق علمی کی وجہ سے ان پر بہت شفقت فرماتے تھے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے اساتذہ ان سے ناخوش ہوئے ہوں۔

اس زمانے میں عظیم آباد (پٹنہ) علوم وفنون کا مرکز تھا، جہاں متعدد دینی مدارس قائم تھے، جن میں مدرسہ حنفیہ واقع بخش محلّہ پٹنہ سٹی ممتاز حیثیت رکھتا تھا، اس مدرسہ کے بانی قاضی حضرت مولانا عبد الوحید صدیقی فردوسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۹/۱۳۲۶ھ) میں تھے، جو وہاں کے ایک دین دار رئیس اور فاضل بریلوی کے معتقدین میں تھے، انہوں نے (۱۳۱۸ھ) میں یہ دینی درسگاہ قائم کی اور ایک بڑی جائیداد اس کے اخراجات کے لیے وقف کردی، انہوں نے نامور اساتذہ کی خدمات حاصل کی اور کچھ ہی عرصے کے بعد ان کی شہرت بہار کے قصبات و مواضع ہی تک نہیں بلکہ دوسرے صوبوں تک پھیل گئی، اس مدرسہ کے استاذ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۳۳۴ھ) کی علمی شہرت سن کر مولانا ۲۵ جمادالاخریٰ ۱۳۲۰ھ کو مدرسہ حنفیہ بین سے مدرسہ حنفیہ پٹنہ آئے جہاں انہوں نے مسند امام اعظم، مشکوۃ شریف اور ملاّ جلال پڑھی کچھ ہی دنوں کے بعد محدث صاحب بوجہ ملامت اوائل شعبان میں مدرسہ حنفیہ سے کنارہ کش ہوکر اپنے وطن پیلی بھیت تشریف لے گئے، ماہ شوال ۱۳۲۰ھ کو حضور ملک العلماء اپنے ہم سبق حکیم ابو

الحسن کے ساتھ دار العلوم کانپور پہنچے، ان کی بعض تحریرات سے جو خاندان میں محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں اور سامان کے ساتھ سفر کچھ حصہ انہوں نے پیدل چل کر طے کیا پاؤں میں آبلے پڑ گئے لیکن طلب وشوق میں راہِ علم کا مسافر آگے بڑھتا رہا، چناچہ کانپور پہنچ کر وہاں کے تینوں مدارس کے اساتذہ سے انہوں نے علوم وفنون حاصل کیے، یہاں سے وہ اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لیے بانس بریلی تشریف لائے مدرسہ مصباح التہذیب کا نام انہوں نے کانپور میں سن رکھا تھا وہاں گئے اور مولوی غلام یٰسین صاحب کے درس میں شریک ہوگئے، آخر خوب سے خوب تر کی تلاش انہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (۱۲۷۲/۱۳۴۰ھ) تلک لے گئی جس کے علم اور قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی وہ پہلی ملاقات میں ان سے مل کر بہت متاثر ہوئے وہ ان سے فیض اُٹھانا چاہتے تھے، اور ان کے علم سے شرف حاصل ہونا چاہتے تھے، اور سیاست کی تکمیل بھی لیکن فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تصانیف میں مشغول رہتے تھے ان کے یہاں نہ درس وتدریس کا کوئی سلسلہ تھا نہ اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا حضور ملک العلما اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی استاذ زمن حضور حسن رضا خاں اور اعلیٰ حضرت کے بڑے شہزادے حضور حامد رضا خان مولانا حکیم سید امیر اللہ شاہ بریلوی اور دوسرے اصحاب سے ملے، اور ان لوگوں کے مشورے اور مساعی سے ایک مدرسہ قائم کرنے کے لئے راہ ہموار ہوئی، وہ فرماتے تھے کہ مدرسہ کے قیام میں حضرت مولانا حسن رضا خان اور مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ شاہ کی مساعی کو دخل ہے۔ اور یہ مدرسہ انہیں کی کوششوں سے قائم ہوا یوں ۱۳۲۲/۱۹/۴ھ میں مدرسہ منظر اسلام محلّہ سوداگران بریلی شریف میں قائم ہوا، مولانا حسن رضا خاں اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے حضور ملک العلما کے ایک دوست اور ہم وطن مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی آگئے تھے صرف انہی دو طالب علموں سے مدرسہ کا افتتاح ہوا، انہوں نے بہار خطوط لکھ کر مدرسے کے قیام کی اطلاع دی اور حضور ملک العلما نے اپنے دوستوں کو بریلی بلایا۔

تفہیم و تردید

قیام بریلی کے زمانے میں ایک دن کوتوالی وتحصیلی کے پاس والے گرجا پر آپ کا گزر ہوا دیکھا کہ ایک بوڑھا سفید ریش آدمی لمبا کرتا مروارنگ کا کرتا پہنے ہوئے تقریر کر رہا ہے، اور چاروں طرف مجمع لگا ہوا ہے، آپ کھڑے ہوگئے، آپ نے سنا تو اسلام کے خلاف بیان کر رہا ہے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے، معلوم ہوا کہ اس کا نام پنڈت جوالا پرشاد ہے، پہلے ہندو مذہب کے تھے اب عیسائی ہوگئے ہیں، اور عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں، ہر اتوار کو اس جگہ تقریر کرتے ہیں، اور ہر شخص کو اجازت دیتے ہیں کہ جو شخص چاہے اپنے شکوک وشبہات اعتراضات پیش کرے یہ اس کا جوب دیتے ہیں، مولانا نے اس کے بعد غور سے سننا شروع کیا اور جو بات اسلام کے خلاف معلوم ہوئی اس کو ایک کاغذ پر نوٹ کر لیئے جب پنڈت جوالا پرشاد تقریر ختم کر چکے اور اعلان کیا، کہ جن صاحبوں کو کچھ اعتراض ہو، بلا تامل سوال کر سکتے ہیں، جناب مولانا آگے بڑھے اور اعتراضات کرنا شروع کیا، اس کے بعد آپ اپنا معمول کر رکھا کہ عیسائیوں کی ان کی رد کتابیں دیکھا کرتے اور ہر اتوار کو گرجا کے قریب جاتے اور جوالا پرشاد کی تقریریں سنا کرتے اس پر اعتراضات کرتے اور مذہب اسلام پر ان کے اعتراضات کا جواب دیتے، اسی طرح آپ نے عیسائیوں کی رد میں ایک طرح مہارت حاصل فرمائی۔

اس واقعہ سے چند مہینے بعد کتب خانہ والی گلی میں ایک مکان میں دیکھا کہ بڑا مجمع ہے، اور ایک شخص تقریر کر رہا ہے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ آریہ سماج کی انجمن ہے، اور آریہ مقرر اپنے مذہب میں تقریر کرتا ہے، آپ بھی کھڑے ہوگئے اور اس کی تقریر غور سے سننے لگے اخیر میں اعلان کیا گیا کہ جن صاحبوں کو میری تقریر پر کچھ اعتراضات ہوں شوق سے کر سکتے ہیں جناب مولانا آگئے بڑھے اور جو کچھ اس وقت اس تقریر پر اعتراضات خیال میں آئے کہا، پھر اس نے جواب دیا، اس پر شبہات وارد کئے، غرض کہ اس زمانے میں آپ عیسائیوں اور آریوں کے رد کی کتابیں دیکھتے اور ان کے جلسوں میں جا کر ان پر اعتراضات کرتے۔

☆☆☆☆

محمد امتیاز احمد رضوی
متعلم جماعت دار العلوم برکاتیہ جوگیشوری ممبئی

حضور ملک العلما کی اوّلین فصلِ بہار

دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف مدارس اسلامیہ کے درمیان آج کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ منظر اسلام کے پروردگان نے عالمی سطح پر اسلام کا منظر کچھ اس خوبی اور کامیابی سے پیش کیا ہے، کہ آج منظر اسلام عالم اسلام کے خوش عقیدہ مسلمانوں کی علمی تشنگی کی سیرابی اور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نظام رحمت کا سچا امین ونقیب بن کر ایک عالم کو دعوت نظارہ دے رہا ہے، منظر اسلام ایک سو بارہ سال سے مسلمانوں کی علمی تشنگی بجھا رہا ہے، اس درمیان ہزاروں لعل وگوہر، یاقوت، زمرد تاریکیوں میں آفتاب وماہتاب سی روشنی بکھیر نے والے ہیرے عالم انسانیت کو عطا کئے ہیں۔ (یعنی علما وفضلا حفاظِ محدث مفتی) منظر اسلام کے نام سے علم وادب کی دنیا میں جو بہار آج عاشقان علوم نبویہ کے مشام جاں کو معطر کئے ہوے ہے، اس منظر اسلام کی اولین فصل بہار ملک العلماء ابوالبرکات حضرت علامہ ظفر الدین بہاری قادری رضوی رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ آج ہم جب منظر اسلام کے فارغین علماء فضلاء حفاظ پر امتیازی نظر ڈالتے ہیں، تو جس طرح کسی گلستان میں گلوں کا راجا گلاب ناظر کو اپنی خوبصوتی کے سحر میں گرفتار کر لیتا ہے، اسی طرح ذات ملک العلماء فارغین منظر اسلام کے درمیان ہمیں اپنے علم وعمل زہد وتقویٰ وفتویٰ کے سحر میں گرفتار کر لیتی ہے، اور یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ اے منظر اسلام کی اولین فصل بہار تجھ سا نہیں دو جا کوئی ملک العلما چمنستان منظر اسلام کے گلاب کا نام ہے، ملک العلما منظر اسلام کی خشت اوّل کا نام ہے، ملک العلما منظر اسلام کی بہار کا نام ہے، ملک العلما منظر اسلام کی خوشبو کا نام ہے، ملک العلما منظر اسلام کے اعتماد کا نام ہے۔ ملک العلماء منظر اسلام کی شہرت کا نام ہے، آیئے دیکھیں اس منظر اسلام کی اولین فصل بہار کی بہار، حضور ملک العلما علیہ الرحمہ کی زندگی کا اور ان کی دینی خدمات سے علما وعوام وخواص اہلِ سنت کے علاوہ مخالفین اہلسنّت بھی بخوبی واقف ہیں۔ ملک العلما کون ہیں، مقام ملک العلما اور ان کی خدمات ان کی علمی وعملی حیثیت کو جاننے کے لیے ایک چھوٹی سی تمہید ملاحظہ فرمائیں رعایا ووزیر وزراعوام وخواص اپنے بادشاہ کو بادشاہ کہیں، سخی کہیں، صاحب علم کہیں، بہادر کہیں، انصاف پسند کہیں، بڑی بات ہے۔ مگر اس سے بڑی بات یہ ہے کہ جب کوئی بادشاہ بادشاہ کو بادشاہ کہے سخی کہے، بہادر صاحب علم وفن کہے، انصاف پسند کہے، آپ کو ملک العلما اس ذات نے کہا جسے عرب وعجم کے عمائدین اسلام وعلما اسلام وفقہیانِ اسلام ومحدثین اسلام نے بادشاہ علم وفن تسلیم کرتے ہوئے مجدد مائۃ حاضرہ کہا، عاشق رسول کہا، علم وعمل دیکھ کر معجزۂ رسول کہا یعنی چودھویں صدی کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ ۱۳۲۵ھ شیخ العالم مخدوم عبد الحق ردولوی کی خانقاہ کے صاحب سجادہ حضرت مخدوم شاہ التفات حسین قدس سرہ کی ہاتھوں دستار فضیلت بندھوائی اور باندھی۔ اس موقع پر تاج العلماء عاشق رسول مجدد دین وملت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ملک العلما کا خطاب عطا فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ سلاسل عالیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور منظر اسلام میں مسند تدریس پر بٹھایا، ملک العلما ابوالبرکات علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ الرضوان عظیم المرتبت محدث، مایۂ ناز مناظر، بلند پایا محقق، بہترین مصنف، ماہر مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ بافیض مدرس وخطیب بھی تھے۔ تلامذۂ امام احمد رضا فاضل بریلوی میں آپ کی ذات ستودہ صفات امتیازی حیثیت کی حامل تھی۔ سرکار اعلیٰ حضرت آپ کے علمی فنی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ آپ کے علم وعمل پر اعلیٰ حضرت کو کامل اعتماد تھا۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت گوناگوں خصوصیات کی بنا پر اعلیٰ حضرت نے انجمن نعمانیہ لاہور کے نام ۵ شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ میں ملک العلما کے تعارف میں جو تاریخی جملے نقل فرمائے وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ سچ تو

یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے قلم سے نکلے ہوئے چند جملے ملک العلما کی ذات ان کی علمی عملی فنی صلاحیتوں و دینی خدمات پر سند عظیم ہے۔ آنے والے جملوں کو باغور پڑھیں، اعلیٰ حضرت تعارف پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز ابتدائی کتب کے بعد یہیں تعلیم حاصل کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کارِ افتاء میں میرے معین ہیں۔ سنی، خالص، مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی، مہدی ہیں۔ عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں، مفتی ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے ان تعارفاتی جملوں سے ذات ملک العلما بدر کامل کی طرح روشن نظر آتی ہے۔ آج کا قاری جب ملک العلما کو پڑھتا ہے، سنتا ہے، تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو سنیت
تاں نہ بخشد خدائے بخشندہ

ملک العلما اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کا نام ہے، ملک العلما اعلیٰ حضرت کے مظہر اتم کا نام، ملک العلما مسلک اعلیٰ حضرت کے نشر و اشاعت کا نام، ملک العلما اعلیٰ حضرت کے عشق وجدان کا نام ہے، ملک العلما اعلیٰ حضرت کی چلتی پھرتی تصویر کا نام ہے۔ جس طرح مسلک ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فکر کو ان شاگردان رشید حضرت ابو یوسف و ابو محمد نے دنیا میں عام و تام کیا، اسی طرح سے مسلک اعلیٰ حضرت جو در حقیقت مسلک ابوحنیفہ ہی ہے، اسے ان کے چند شاگردوں نے عام تام کیا۔ ملک اور بیرون ملک میں پھیلایا ان عظیم شاگردوں میں سے نمایا نام ملک العلما ابوالبرکات حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری قادری رضوی علیہ الرحمہ کا ہے۔ کم و بیش ۵۵ سال تک تدریس افتا، خطابت، تصنیف، مناظرہ، مجادلہ، کے ذریعے مسلک اعلیٰ حضرت کو گھر گھر پہنچایا۔ ملک العلما کی خدمات دین وسنیت کو جب قاری پڑھتا ہے دیکھتا ہے۔ سنتا ہے، تو اس کی زبان پہ بے ساختہ یہ شعر آ ہی جاتا ہے اور عالم وجد میں خدا سے دعا کرتے ہوئے پڑھتا ہے۔

ابرِ رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف حضور ملک العلماء کے ذوق علم اور اشاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جذبۂ تطہیر کا نام ہے، امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے ہی اصرار پر ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں مدرسہ منظر اسلام قائم فرمایا۔ جس کا افتتاح دو طالب علموں سے ہوا ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی، حضرت مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی علیہ الرحمہ۔ حضور ملک العلماء نے امام احمد رضا سے بخاری شریف اقلیدس کے چھ مقالے تشریح الافلاک تصریح شرح چغمنی کا درس لیا اور فتویٰ نویسی کے آداب سیکھے اور اسی طرح علم ہئیت وتوقیت جفر تکسیر اور ریاضی، جیسے مشکل فنون میں کمال حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت سے سلوک کی ظاہری اور باطنی منزلیں طے کیں، تصوف کی مشہور کتاب رسالہ قشیریہ اور عوارف المعارف کا سبقاً سبقاً درس لیا۔ ذکر بالخیر اور انفاس کے آداب سیکھے بالآخر آپ کی علمی و عملی پاکیزگی سے متاثر ہو کر اعلیٰ حضرت نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، کی اجازت واخلافت مرحمت فرمائی۔ حصول علم کی تکمیل کے بعد فوراً اعلیٰ حضرت نے آپ کو منظر اسلام میں مسند تدریس پر متمکن فرمایا۔ حضور ملک العلماء نے اپنے حیات طیبہ میں منظر اسلام بریلی شریف کے علاوہ جن اداروں میں علم وفن کے گوہر لٹائے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہیں: مدرسہ حنفیہ آرہ بہار ۱۳۲۹ھ تا ۱۳۳۰ھ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ ۱۳۳۰ھ تا ۱۳۳۴ھ مدرسہ خانقاہ کبیریہ شہسرام ۱۳۳۴ھ تا ۱۳۳۸ھ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۰ء اخیر الذکر مدرسہ کے آپ ۱۹۴۸ء میں پرنسپل ہوئے اور ۱۹۵۰ میں ریٹائر منٹ کے ڈیڑھ دو سال بعد شاہ شاہد حسین درگاہ میاں سجادہ نشین بارگاہ عشق متن گھاٹ پٹنہ کی استدعا پر ۱۳۷۱ھ میں کٹیہار بہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا اور اپنی کوششوں سے اسے فروغ بخشا جب یہ ادارہ مستحکم ہو گیا، تو آپ ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ میں اپنے دولت کدے ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آ گئے، حضور ملک العلماء نے منظر اسلام بریلی شریف کے علاوہ جہاں بھی منصب تدریس سنبھالا، وہاں علمی صدارت کی شہ نشین آپ ہی کی خدمت میں پیش کی گئی۔ اسی وجہ سے صحاح ستہ کا درس ہمیشہ آپ ہی کے

ذمہ رہا، اس طور سے درس حدیث دینے کی آپ نے پوری زندگی گرانقدر سعادت حاصل کی، وعظ تذکیر میں آپ حدیث شریف کثرت سے تلاوت فرماتے اور اس کے قیمتی نکات بیان فرماتے فتاویٰ اور مختلف تصانیف میں کثرت کے ساتھ حدیث شریف کے حوالے پیش کئے، جو آپ کی علم حدیث پر کامل دسترس کا مبین ثبوت ہیں۔ آپ کی انمول یادگار جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری آپ کے محدث اعظم ہونے میں ثبوت مبین ہے، حضور ملک العلماء کا دور اعتقادی طور پر معرکہ آرائیوں کا گرما گرم دور تھا، اہل سنت کی وحدت پارہ پارہ ہورہی تھی، ابن عبدالوہاب نجدی اسماعیل دہلوی کے مضمون و باطل عقائد اہل سنت کے ایمان وعقیدے کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ وہیں پر آریوں مسیحی مبلغوں نے مسلمانوں کو باطل پرستی کے جال میں پھسانے کے لئے جال پھیلا رکھا تھا، ان بدبختوں کی چیرہ دستیوں سے امت کو محفوظ رکھنے کے لئے علماء اہلسنت نے اپنے تن من دھن کی قربانیاں پیش کرکے امت کو بچایا۔ ان مقدس علماء کی فہرست میں جنہوں نے امت کو بدعقیدگی کے سیلاب سے بچایا بڑا ہی مشہور ومعروف نام ہے حضور ملک العلماء کا ہے۔ آپ نے ہر محاذ پر اسلام کی پاسبانی کا حق ادا کیا آپ کی اسی فاتحانہ شوکت کو شفیقانہ تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کے مربی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی رضوی قدس سرہ نے فرمایا۔ شعر

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں ذات ملک العلماء اپنے معاصرین میں آفتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضور ملک العلماء طویل عرصے سے فشارالدم کے مرض میں مبتلا تھے، جس کی وجہ سے کافی نحیف ہوگئے تھے اس عالم نقاہت میں بھی آپ کے معمولات شب وروز میں کوئی فرق نہ آیا بالآخر علم وعمل کا یہ آفتاب یک شنبہ کا دن گزار کر دوشنبہ کی شب میں ۱۹ جمادالآخر ۱۳۸۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو اسم ذات کا ذکر بالجہر کرتے ہوئے ہماری آنکھوں سے چھپ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ملک العلماء کی ذات ایک انجمن تھی، ایک تحریک تھی، ایک ادارہ تھی وہ ہمارے درمیاں سے رخصت کیا ہوئے کہ ایک تحریک رخصت ہوگئی، ایک تنظیم رخصت ہوگئی ایک جفاکش اور مخلص قائد دین وملت نے رخ پر پردہ کیا ڈالا کہ دینی قیادت مدفون ہوگئی۔ اب بھی ہماری نگاہیں ایک ایسی شخصیت کی تلاش میں سرگرداں ہیں جو ملکی سطح پر اہلسنّت کی سچی نمائندگی کا چراغ روشن کرسکے۔ مگر آہ! اب تک ہماری نگاہیں ناکام ہیں ذات ملک العلماء کے متعلق سے میرے اس مضمون کا خلاصہ اس شعر میں ہے۔

کہیں تخریب باطل کی کہیں تعمیر حق کی ہے
کبھی شعلہ کبھی شبنم کبھی برق تپاں تو ہے

(بحولہ: مقدمہ فتاویٰ ملک العلماء، دسمبر ۲۰۱۲ء مراجع ماہ نامہ اشرفیہ)

☆☆☆☆

محمد ریاض الدین حلیمیؔ
متعلم الجامعۃ العربیہ رضاء العلوم خیرانی روڈ ممبئی

حضور ملک العلما کی چند خصوصیات

اعلیٰ حضرت کو حضور ملک العلما سے اتنی محبت تھی کہ کئی مرتبہ ولدی، اعزی، جان پدر، حبیبی وولدی، قرۃ عینی، بلکہ از جان بہتر کے القات سے یاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت نے کئی مرتبہ حضور ملک العلما سے دعا کی درخواست بھی فرمائی۔

حضور ملک العلما اپنے خصوصی کمال وخوبی کی بنیاد پر اپنے معاصرین میں نمایاں نظر آتے ہیں، جیسا کہ مولانا شہاب الدین اشرفی بیان فرماتے ہیں کہ ''حضور ملک العلما لباس لمبا زیب تن فرماتے، لمبی پگڑی سر پر باندھتے، کھانے میں کریلا بہت پسند فرماتے، جب بازار میں کریلا نہیں ملتا تو پرول خریدواتے، نیم کی چھوٹی چھوٹی شاخ کٹواتے، اسی طرح ایک دن سالن تیار ہوا، دسترخوان پر لایا گیا، تو میں (شہاب الدین) اور مولانا عبداللہ صاحب حضرت کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھانے لگے، حضرت فرماتے ہیں، کس قدر عمدہ بنا ہے، سبحان اللہ! مگر ہم دونوں سے بالکل کھایا نہیں جارہا تھا، حضرت کے ڈر سے بالجبر والاکراہ کھاتے رہے، کٹیہار اسٹیشن کی ٹنکی کا پانی منگوا کر نوش فرماتے تھے، کیونکہ مدرسہ کے ٹیوب کا پانی بہت اچھا نہ تھا، گوشت میں بڑے بڑے ٹکڑے پسند فرماتے، میرے خسر مولانا قاضی سمیر الدین رشیدی صاحب علیہ الرحمہ بندوق سے شکار کرتے اور میں گھر آتا تو میرے ہاتھوں چڑیا کا گوشت حضور ملک العلما کی خدمت میں بھیجتے، پہلی بار گوشت کے ٹکڑے چھوٹے چھوٹے تھے، تو فرمایا کہ ٹکڑا بڑا ہونا چاہئے، اس کے بعد جب کبھی ان کی خدمت میں گوشت لے جاتا تو بڑے بڑے ٹکڑے لے جاتا تو حضرت بہت پسند فرماتے، ایک بار خالص دودھ کا مزید آگ پر جلا کر عمدہ دہی تیار کر کے گھر سے لے گیا، حضرت کی خدمت میں پیش کیا، تو حضرت نے حکم فرمایا، ابھی دہی تیار نہیں ہے، اسے رکھ دو، پھر دوسرے دن دہی منگوایا، اس میں ترشی پیدا ہو چکی تھی، فرمایا، اب دہی تیار ہوا ہے، پھر آپ نے رغبت سے تناول فرمایا، پھل بھی بڑا پسند فرماتے تھے۔

جلالِ علم کا نور حضرت ملک العلما کے چہرہ پر ایسا برستا تھا کہ جو دیکھتا آپ کی علمی جلالت کا احساس وادراک کر لیتا، چہرے سے رعب اس قدر ظاہر تھا کہ کسی کو آپ کے سامنے مجالِ سخن نہ ہوتی تھی، بڑے بڑے علما کو میں نے دیکھا کہ آپ سے گفتگو کرنے میں لکنت لسانی کا شکار ہو جاتے، یا تو بولنے کی تاب نہ ہوتی یا پھر ڈرے سہمے انداز میں اپنی بات پیش کرتے، حضور ملک العلما علمی وجسمانی دونوں اعتبار سے بارعب تھے۔ آواز گرجدار تھی، چہرہ کشادہ، جسم بھرا ہوا، آنکھیں بڑی بڑی، پیشانی چوڑی، عالمانہ رعب ودبدبہ کے ساتھ رہتے، گفتگو پوری شان وشوکت اور وقار عالمانہ سے کرتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ واقعی ایک زبردست عالم دین ہیں، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سچے خلیفہ ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے بڑے آتے تو ان کے علمی رعب سے مرعوب ہو جاتے، مجلس میں جب گفتگو فرماتے تو سب پر حاوی رہتے، کسی سے دب کر گفتگو نہ کرتے۔ بلکہ پورے عالمانہ شان سے پیش آتے۔ (جہانِ ملک العلما ص ۴۰۹ مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

حضور ملک العلما واقعی اپنے دور کے امام اعظم ابوحنیفہ تھے، جیسا کہ حضرت مفتی محمد فیض الرحمٰن اشرفی نے فرمایا ہے کہ: ایک دفعہ جب آپ کچھوچھہ مقدسہ عرس مخدومی کے موقع پر تشریف لے گئے تو حضرت سید محمد محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے خانقاہ کے ایک کمرے میں آپ کے قیام کا انتظام کیا۔ آپ کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے تھے، اسی درمیان ایک زائر اسی کمرے میں آکر آپ کے بستر پر دراز ہو گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ بستر میرے لیے انتظام کیا گیا ہے، اس نے ایک عام مولوی سمجھ کر تحقیرانہ انداز میں کہا کہ میں یہاں سے نہ ہٹوں گا آپ کسی دوسرے کمرے میں چلے جائیں، آپ نے حضور محدث اعظم ہند کو خبر کیا، جب محدث اعظم ہند نے اس کو مغرورانہ انداز میں دراز دیکھا تو فرمایا، آپ کس کی اجازت سے کمرے میں آئے ہیں؟ آپ کو معلوم نہیں یہ کون ہیں؟ یہ اپنے وقت کے امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔ پھر وہ معافی مانگتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ (جہان ملک العلما ص ۴۳۲ مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

محمد شاکر رضا قادری
متعلم الجامعۃ العربیہ رضاء العلوم خیرانی روڈ ممبئی

حضور ملک العلما معاصرین کی نظر میں

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت سیدنا الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ۱۲۷۲/۱۳۴۰ھ کے نامور تلامذہ میں حضرت ملک العلما مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کا شمار ہوتا ہے، حضرت ملک العلما کا حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے دلی تعلق اور ایمانی عشق تھا اور آپ حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دربار میں بہت ہی محبوب اور عزیز تھے۔ اور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت سے آپ کو اتنی زیادہ محبت تھی کہ آپ اپنے گھر کے تمام حالات سے سرکار اعلیٰ حضرت کو آگاہ فرماتے تھے اور آپ دین کی خاطر تن من دھن سب قربان کرنے کے لئے تیار رہا کرتے تھے اور آج کے دور حاضر میں جو کچھ بھی علماء کرام ومفتیان عظام فتویٰ یا مسائل وغیرہ بیان کرتے ہیں یا لکھتے ہیں سب کی نسبت حضور ملک العلما مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کی طرف جاتی ہے۔ حضور ملک العلما نے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کی سیرت اور سوانح پر مشتمل حیات اعلیٰ حضرت، کتاب کے نام سے تالیف فرما کر حضور اعلیٰ حضرت کی حیات کو تاریخی جامہ پہنایا ہے۔

حضور ملک العلما بھی اپنے استاذ و مربی حضور اعلیٰ حضرت سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اپنا سرپرست سمجھتے تھے۔ آپ اپنے تمام مسائل سے سرکار اعلیٰ حضرت کو آگاہ فرما دیتے تھے۔ حضور اعلیٰ حضرت عید کے موقع پر جس طرح پر اپنے گھر والوں اور بچوں اور اہل وعیال سب کو عیدی دیا کرتے تھے اسی طرح حضور ملک العلما کو بھی عیدی دیتے تھے اور کبھی کبھی تو حضور ملک العلما کے بچوں کے لیے کپڑے بھی عنایت فرماتے تھے۔ حضور اعلیٰ حضرت کے تمام رفقا اور تمام شاگرد آپس میں خلیق اور ایک دوسرے کے ہمدرد تھے لیکن جو وابستگی اور محبت حضور ملک العلما اور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کے درمیان میں تھی، وہ اپنی مثال آپ تھی۔ حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ہم عصر علمائے کرام اور آپ کے شاگرد ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور ایک دوسرے کا ادب بھی بہت زیادہ کرتے تھے اور ان کے آپس میں اتحاد اور رشتہ ومحبت کی بنیاد افکارِ حضور اعلیٰ حضرت پہ قائم تھی اور وہ یہ ہے کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل اعلیٰ حضرت کے تمام رفیق اور تمام متعلقین اس بات پر اتفاق کرتے تھے کہ دورِ حاضر میں بد مذہبوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے الشاہ امام احمد رضا کے سوچ وفکر اور نظریہ کی حمایت وتشہیر اور تبلیغ واشاعت ضروری ہے۔ ان حضرات کا یہ اتحاد اور آپسی یکتائی کسی دنیاوی کاروبار یا ذاتی تعلق کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس سب کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ ہم سب کو ہر چیز کی قربانی دے کر عظمت اسلام اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کا تحفظ کرنا ہے۔

حضور ملک العلما اپنے معاصرین کی نظر میں بڑے محبوب ومعتمد تھے یہی وجہ ہے کہ حضور ملک العلما کے متعلق تاج العلما فرماتے ہیں کہ آپ کا پہلا کرم نامہ کارڈ اور اس کے بعد تین روپیہ کا منی آرڈر ملا چونکہ کرم نامہ میں سید میاں، لکھا تھا جو برخوردار مولوی حافظ سید شاہ آل مصطفیٰ سلمہ کا لقب ہے۔ اس لیے انہوں نے جو آپ کو جواب دیا ہوگا غالباً اسی میں آپ کو اہلسنّت کی آواز کے لیے تین روپیہ چندہ پیشگی بھیجنے کو لکھا، جس کا آپ نے منی آرڈر بھیج دیا۔ میرے لئے یہ ذمے داری پہلا تجربہ ہے اور اس حالت میں کہ مطبع بھی اپنا نہیں اور دوسرے مطبع والے ہم غربا کے ساتھ لیگیت وکانگریسیت اور صلح کلیت جرائیم ان کے اربابِ اختیار میں کچھ نہ کچھ ہونے کی بنا پر مخالفانہ اور حیلہ بازانہ پریشان کن اور زیر بار کرنے والا رویہ اختیار کئے ہوئے ہے، جس سے اجرا اشاعت رسالہ میں دیر لگ رہی ہے۔ جن صاحبوں نے پیشگی روپیہ بھیج دیا ان میں بے اطمینانی پیدا ہونے کا احتمال تھا، اس لئے میں آپ سے پیشگی ارسال کا مطالبہ نہیں چاہتا اور اب بھی آپ اجازت دیں تو وہ روپیہ واپس کر دوں اور رسالہ بعونہ تعالیٰ جاری ہونے پر آپ کے پاس پہنچے گا تو اس وقت آپ خود ہی بھیج دیں گے۔ گوناگوں دشواریوں کے باوجود، متوکلا علی المولیٰ تعالیٰ

ارادہ کرلیا ہے کہ جمادی الاولیٰ کی ابتدا میں اہلسنّت کی آواز کو جاری کردیا جائے۔ پہلا حصہ چھپ گیا ہے اور دوسرا مطبع کو بھیج دیا گیا ہے۔ سلسلۂ مطبوعات جماعت دور جدید نمبر ۱، ۲، ۳، ۷، ۱۲ تیار موجود ہے۔ ان کا ایک نسخہ ذریعۂ پیکٹ بلا قیمت حاضر کر رہا ہوں۔ رسید سے اور ان پر اپنی رائے سے بھی اگر مضائقہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں۔ نمبر ۴، ۶، آپ کے پاس ہیں باقی نمبر ابھی مختلف مطبعوں میں ہے۔

(جہانِ ملک العلما۔ص ۸۹۸)

حضرت شاہ ملیح الدین کبیری ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ ''جناب مولانا ظفر الدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے مدرسۂ عالیہ خانقاہ میں مدرس اوّل کی ضرورت ہے اگر آپ اس مدرس اولیٰ بمشاہرہ مبلغ پچاس روپیہ ماہوار پر قبول کریں، تو بہت جلد تشریف لاکر انچارج ہیڈ مولوی سے چارج لے کر اپنے فرض منصبی کو انجام دیں یہ جگہ مستقل ہے۔ (جہان ملک العلماء ص ۹۹۸)

حضرت مولانا حکیم محمد یحییٰ شہسرامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''ملک العلما کی اعلیٰ حضرت سے بے لوث عقیدت کا کرشمہ کہیے کہ جہاں گئے ذکرِ رضا کرتے رہے اور فکرِ رضا کی اشاعت میں مصروف رہے اور یہ اعلیٰ حضرت کے عشق رسول کی برکت ہے کہ ہر سنّی فردان سے محبت بھرے جذبے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عشق رسول کے طفیل ہر فردِ مومن کے دل میں ان کی محبت ڈال دی ہے۔''

(جہانِ ملک العلماء ص ۱۰۰۸)

مجذوب العصر سید شاہد علی علیمی رشیدی علیہ الرحمہ حضور ملک العلما کے متعلق ایک مکتوب میں یوں عرض کرتے ہیں کہ ''مجمع فضائل وحسنات جناب مولانا ظفر الدین صاحب زید مجدہ سلام مسنون تمنا مشحون۔ صحیح البہاری اور دوسرے رسالے موصول ہوئے ہیں جناب کا نوازش نامہ بھی باعث شرف ہوا تھا۔ اپنی ناسازی مزاج کی وجہ سے جواب کی تاخیر سے بہت شرمندہ ہوں العذر عندک ام الناس مقبول پورنیہ کے ضلع میں معرکہ آرائیاں معلوم کرکے بہت جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی کوششوں کو کامیاب فرمائے آمین ثم آمین۔

مصطفیٰ سلمہ دست بستہ سلام عرض کرتا ہے۔ جناب والا کی یاد اور ذکر خیر یہاں اکثر رہا کرتا ہے۔ خدا کرے جلد آپ مطمئن ہوکر گورکھپور کو مستفیض فرمائیں۔ گورکھپور اور جونپور کے مؤذن الاوقات کا بھی منتظر ہوں اور اس کے ہدیہ سے بھی مطلع فرمائیں تو پیش کروں۔ سب کو سلام اور دعا حسب مراتب فرمایئے والسلام۔

جہان ملک العلما ص ۹۱۸

ان تمام معاصرین کے خطوط اور بیان سے معلوم ہوا کہ حضور ملک العلما اپنے معاصرین واقراء کے نزدیک قابل اعتماد شخصیت کے مالک تھے۔

☆☆☆☆

محمدقمر عالم شبنم بھا ری رضوی سراجی
متعلم جماعت خامسہ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم ممبئی

حضور ملک العلما اوران کی چند تصنیفات

وہ ظفر جن کو حاصل تھے فتح و ظفر
اعلیٰ حضرت کی حجت پہ لاکھوں سلام

حضور ملک العلماء ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ پھر اس کے بعد نانیہال چلے گئے، وہاں تفسیر جلالین وغیرہ کا درس حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ کی مختصر فہرست ہے، ان میں حضرت وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ ہندوستان گیر شہرت رکھتے ہیں۔ ان سے خصوصی طور سے تحصیل علوم واکتساب فیض کیا۔ حضرت محدث سورتی کے مشورے پر آپ بریلی شریف تشریف لے گئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے آپ کو بخاری شریف کا درس دیا اور افتاء نویسی کے اسرار ورموز سکھائے، ریاضی، ہیئت، توقیت، جفر، تکسیر، منطق، فلسفہ وغیرہ جیسے پیچیدہ علوم کی تعلیم دی، رسالۂ اقلیدس کے ۶/مقالے، تصریح شرح چغمینی پڑھائی اور فن تصوف میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا درس دیا۔

۱۳۲۵ھ کو تعلیم سال مکمل ہونے کے بعد ماہ شعبان کے آخر میں حضور ملک العلما کو ان کے رفقائے درس کے ساتھ دستار فضیلت سے نوازا۔ اسی دن سرکار اعلیٰ حضرت نے آپ کو تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا اور ساتھ ہی آپ کو فاضل بہار کے لقب سے ملقب فرمایا۔ فراغت کے بعد مزید ۴/سال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں رہے، ساتھ ہی ساتھ مرکز اہلسنّت جامعہ منظر اسلام میں تدریس کے فرائض بھی بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ آپ کے حلقۂ تلمذ کی فہرست کافی وسیع ہے۔

قارئین! کتاب خوانی آسان ہے، کتاب فہمی مشکل ہے۔ بعینہٖ کتاب بینی آسان ہے، کتاب نویسی مشکل ہے۔ یہ مشکل اس وقت اور بڑھ جاتی ہے، جبکہ وہ زیر تصنیف کتاب علمی اصول کلامی میں ہو، نقل و ماخذ اور مختصرات ملخصات سے کتاب تیار کرنا کوئی مشکل نہیں، مشکل جب ہے کہ وہ کتاب میں کسی خاص دقیق فن میں متنی تحقیق، مخطوط شناسی، فن تدوین کے اصول وقواعد کی رعایت بھی کرتا ہو۔ حضور ملک العلما اس خصوص سے خاصے منفرد تھے، ان کی کتابیں نقل واقتباس کا مجموعہ نہیں، تحقیقات عالیہ تدقیقات غالیہ کا مرقع ہیں۔ جس طرح اعلیٰ حضرت کی عام تحقیقات کی سمجھ سے زمانہ قاصر ہے، اسی طرح حضور ملک العلما کی بعض تحقیقات سے علمائے عصر حیران وششدر ہیں۔ اس مختصر تحریر میں حضور ملک العلما کی تصنیفات کا موضوعاتی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس جائزہ میں درسی، غیر درسی، تصانیف وتالیف، تحقیق و ترجمہ، تعلیق وتشریح، تاریخ وتذکرہ، سیرت وسوانح، فضائل ومناقب سب شامل ہیں۔

حضور ملک العلما بکثرت علوم وفنون کے ماہر تھے، بہت سارے علوم ایسے ہیں جن میں انہیں امامت کا درجہ حاصل تھا۔ علم توقیت میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے انہیں طاق بتایا ہے۔ انہوں نے اپنے اساتذہ سے جتنے علوم وفنون حاصل کئے تاحیات ان علوم وفنون کے فروغ میں مصروف رہے۔ آپ کے تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ خواجہ مظفر، مفتی مطیع الرحمٰن مضطر، مفتی بلال، مولانا حسن منظر قدیری ان کے ممتاز تلامذہ میں شامل ہیں۔ آپ نے درس وتدریس کے ذریعہ بھی فروغ علم کا فریضہ انجام دیا اور تالیف وتصنیف کے ذریعہ بھی۔ آپ کی تصنیفات کی ایک طویل فہرست ہے۔ ان میں چند تصنیفات کا ذکر ذیل میں ملاحظہ کریں:

(۱) التعلیق علی الشرح المغنی ۱۳۳۱ھ۔ یہ کتاب علم نحو کی مشہور المغنی اللیب کی شرح ہے، جو کہ عربی زبان میں تعلیقات ہیں۔

(۲) وافیہ ۱۳۳۵ھ۔ اس کتاب میں حضور ملک العلما نے نحو میر سے لیکر المغنی تک کے مسائل نحوی کو مندرج کیے۔

(۳) القصر المبنی علی البناء و المغنی ۱۳۳۶ھ۔

(۴)نظم المبین فی حروف المعانی ۱۳۳۷ھ۔

(۵) عافیہ ۱۳۳۵ھ۔ اس کتاب میں حضور ملک العلما نے میزان الصرف سے لیکر شافیہ تک کے مسائل صرفی کو یکجا کئے ہیں۔ یہ کتاب بریلی شریف سے شائع ہوئی تھی۔اب نایاب ہے، اس کی اشاعت کی شدید ضرورت ہے۔

حدیث اصول حدیث

حضور ملک العلما نے درس وتدریس، وعظ وتقریر، فتویٰ نویسی وغیرہ کے ذریعہ احادیث کریمہ کے جو جواہر بکھیرے ہیں، اس سے اس فن میں حضور ملک العلماء کی دسترس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔آپ کے خطابات اور تصنیفات قرآن، حدیث اصول حدیث اقوال ائمہ سے مزین ہوا کرتے تھے۔

(۱)الجامع الرضوی المعروف بصحیح البھاری۔ یہ تعلیق چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب فقہ حنفی کی مؤید احادیث پر مشتمل ہے اور ہر جلد میں دس ہزار احادیث کریمہ ہیں، احادیث کریمہ کے ممکن الحصول مجموعے کو کھنگال کر صرف انہی احادیث کو ایک لڑی میں موتیوں کی طرح پرویا ہے۔ جو مؤید مسلک اہلسنّت و احناف میں ہیں اور فقہ حنفی کا ماخذ ومصدر۔

انہوں نے وہ تمام روایات جمع کیں، جن پہ مذہب حنفی کی عمارت کھڑی ہے اور حتی الامکان مذہب حنفی کا شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ رہا ہو جس کی سند واستشہاد میں کوئی خبر واثر پیش نہ کی گئی ہو۔(جہانِ ملک العلما، مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

آپ کے اس گراں قدر علمی کارنامے کو اپنے، غیر سب نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور خراج تحسین پیش کیا اور اس فن میں آپ کی مہارت وعبور کے معترف ہوئے۔آج مسلک امام اعظم کے سلسلے میں غلط فہمیاں عام ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے اکابر علمائے کرام نے کتابیں تو بہت ساری تالیف کیں، لیکن وہ تمام کتابیں محفوظ نہیں ہوسکیں، صحاح ستہ اور دیگر جوامع وسنن اور مسانید اور معاجیم میں۔ ہمارے مسلک کی تائید میں ہزاروں احادیثیں موجود ہیں جو کتب احادیث سے معروف ہوئیں۔ ابھی تک مسلک حنفی پر ہونے والی کتب احادیث مندرجہ ذیل ہیں: مسند امام اعظم، امام اعظم ابوحنیفہ، کتاب الاثار، امام ابو یوسف، کتاب الاثار، امام محمد شیبانی، کتاب الاثار، امام حسن بن زیاد، مؤطا امام محمد، امام محمد شیبانی، شرح معانی الاثار، امام طحاوی، قعود الجواھر المنیفه فی ادله مذهب امام ابی حنیفه، امام مرتضیٰ حسن زبیدی بلگرامی، نصب الرایه لاحادیث الهدایه، مواهب الرحمٰن بتائید مذهب النعمان، فتح الرحمن فی اثبات مذهب النعمان، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، آثار السنن امام نیموی حضرت ظہیر احسن بہاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ان تمام کتابوں میں چند ایسی ہیں جو منظر عام پر آئیں ان میں بھی بعض شامل نصاب نہیں ہیں۔ان تمام مؤلفوں نے اپنے اپنے دور کے لحاظ سے فقہ حنفی کی تائید میں احادیث کو یکجا کئے، ان تمام کتابوں میں سب سے زیادہ ذخیرۂ احادیث صحیح البہاری میں ہے، افسوس کی بات ہے کہ اس کتاب کو تعصب کی بناء پر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔

حضور سراج ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید سراج اظہر قادری رضوی نوری کو اللہ تعالیٰ عمر خضر عطا فرمائے۔آپ نے تمام تر دشواریوں کے باوجود صحیح البہاری کو شائع کیا اور اپنے ادارے میں اسے داخل نصاب فرمایا۔بعض تعصب پرستوں نے ابھی تک اسے داخلِ نصاب نہیں کیا ہے۔ حالانکہ اس کتاب سے بہتر کوئی دوسری کتاب بھی فراہم نہیں ہے جو مسلک امام اعظم کی تائید میں ہو۔جبکہ بہت سارے مدارس میں حضور سراج ملت نے درخواستیں بھی روانہ کی تھیں، اس کے باوجود لوگ بغض وعناد، حسد وجلن کے شکار ہیں۔ خیر کتنا بھی تعصب برتا جائے لیکن ملک العلما کی فتح وظفر کے لیے اعلیٰ حضرت کا یہ شعر کافی ہے:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

(۲)افادة الرضویه ۱۳۴۴ھ۔اس رسالے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کے اصول حدیث کے متعلق نہایت ہی قیمتی باتیں جمع فرمائی ہیں۔ یہ رسالہ فن حدیث پڑھنے پڑھانے والوں اور علمی ذوق وشوق رکھنے والوں کے لئے نہایت ہی نفع بخش ہے۔(جہانِ ملک العلما مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

(۳) نزول السکینہ باسانید الاجارات المتینہ ۱۳۳۲ھ۔
(فقہ وافتاء) حضور ملک العلما کی فقہی وافتائی تصانیف کے مطالعہ کے بعد یہ بات بالکل اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ ایک مفتی وفقیہ میں جو خصوصیات درکار ہیں، وہ ساری باتیں حضور ملک العلماء میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ مفتی ارشاد احمد ساحل سہسرامی مقدمۂ فتاویٰ ملک العلماء میں لکھتے ہیں: ''جب ہم حضور ملک العلما کی فقہی نگارشات کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ ایک ممتاز فقیہ، متبحر مفتی اور تجربہ کار اسلامی دانشور نظر آتے ہیں۔ آپ نے ۵۴/ سال تک افتاء نگاری فرمائی، کثیر فقہی موضوعات پر رسالے تحریر فرمائے۔

(۱۱) نهاية المنتهى فى الشرح هداية المبتدى ۱۳۴۳ھ۔
(۱۲) تسهيل الوصول الىٰ علم الاصول ۱۳۴۸ھ۔
(۱۳) جامع الاقوال فى روية الهلال ۱۳۵۷ھ۔ یہ رسالہ مسئلہ رویت ہلال، اختلاف، مطالع، طریق موجب، خطوط اور تار کے عدم اعتبار میں علمائے سابقین وحال کے ۳۲/ فتاویٰ کا نایاب مجموعہ ہے۔ اس میں ایک مقدمہ تین فصل ایک خاتمہ ہے۔ اور زیور طبع سے بھی آراستہ ہو چکا ہے۔ (جہان ملک العلماء مطبوعہ انجمن برکات رضا پھول گلی ممبئی)
(۱۴) ايضاح الايضاح
(۱۵) التحقيق المبين لكلمات توابين ۱۳۳۰ھ۔ یہ رسالہ توبہ کی فضیلت واقسام وحکم میں تصنیف کیا گیا ہے۔

عقائد ومناظرہ

حضور ملک العلما نے وہابی، دیوبندی، رافضی، خارجی، آریہ، جبریہ، قدریہ وغیرہم کے مبلغوں سے بحث ومناظرہ کرکے عقائد ومناظرے میں عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ اور اسلام کی پاسبانی کا حق صحیح معنوں میں ادا کیا ہے۔ اس موضوع پر کئی کتب ورسائل تصنیف فرمائی، جو وسیع اور متنوع علوم میں آپ کی مہارت وملکہ پر شواہد فراہم کرتے ہیں۔

(۱) الحسام المسلول على منكر علم الرسول ۱۳۲۳ھ۔ یہ کتاب اثبات علم نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مژدۂ ستر منکر علم رسول پر ہے۔ جس میں دلائل وبراہین کے ہمالہ ثبت کئے ہیں۔

(۲) ظفر الدين الجيد ۱۳۲۳ھ۔ کذب باری سبحانہ تعالیٰ اور علم غیب اور دوسرے مسائل کے متعلق اہلسنّت کے علما اور علمائے دیوبند جو میں اختلافات ہیں۔ حضور ملک العلما نے زمانۂ طالب علمی میں بیس سوالات مرتب کرکے مولانا اشرفعلی تھانوی کے پاس تشریف لے گئے، تھانوی صاحب ان سوالات کے جوابات دینے سے قاصر رہ گئے۔ اور تھانوی نے کہا میں اس مسئلے میں بالکل جاہل ہوں۔ اس کتاب میں تھانوی سے ملاقات اور دوسرے حالات وکوائف درج ہیں۔
(۳) ظفر الدين الطيب۔ یہ رسالہ ظفر الدين الجيد کے بعد مرتب ہوا۔
(۴) مبين الهدىٰ فى نفى امكان مثل المصطفىٰ ۱۳۲۴ھ، اس کتاب میں ان دیوبندیوں اور وہابیوں کا دنداں شکن جواب ہے، جو کہتے ہیں کہ سرکار ہماری طرح ہیں۔ (نعوذ باللہ)
(۵) شکست سفاہت ۱۳۲۶ھ۔ مولانا شاہ رکن الدین اور مولانا احمد حسین رامپوری مقیم اجمیر مقدسہ کی استدعا پر اعلیٰ حضرت نے میوات نواح فیروز پور جھرکہ کے مناظرے کے لئے حضور ملک العلما کو بھیجا۔ مناظرے میں عطائے ربی سے فتح وکامرانی ملی۔ پھر میوات کے لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ مناظرے کی روداد کتابی شکل میں ہوجائے تو بہتر ہوتا۔ اس پر حضور ملک العلما نے رودادِ مناظرہ قلم بند کیے اور اس کو کتابی شکل میں شائع کیا۔
(۶) سجم الكنزه على كلاب الممطره ۱۳۲۸ھ۔
(۷) النبراس لدفع المنهاس ۱۳۲۹ھ۔
(۸) كشف السطور عن مناظرۂ رامپور ۱۳۳۴ھ۔
(۹) ندوۃ العلماء ۱۳۳۸ھ۔
(۱۰) الفوائد التامة فى وجوبة الامور العامة ۱۳۵۷ھ۔
(۱۱) گنجینۂ مناظرہ ۱۳۳۴۔ کلکتہ کے ایک مولوی صاحب نے حنفیوں کو مناظرے کا چیلنج دے رکھا تھا۔ حاجی محمد لعل خان صاحب نے اعلیٰ حضرت کو خط لکھا، اس میں حضور ملک العلماء کو مناظرے کے لئے طلب کیا۔ اس مناظرے میں بفضل ربی فتح ونصرت عطا ہوئی۔ حضور ملک العلما نے لوگوں کے اصرار پر روداد مناظرہ تحریر فرمایا اور گنجینۂ مناظرہ

کے نام سے موسوم کیا۔

هیئت وتوقیت

چودھویں صدی عیسوی کے بعد فروغ پانے والے علوم کو علم جدید سے موسوم کیا گیا۔ حضور ملک العلماء ہیئت وتوقیت میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی ذات خصوصی طور پر اسی علم سے پہچانی جاتی ہے۔ حضور ملک العلما نے اس فن میں بہت ساری کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جو کہ ذیل میں مندرج ہیں:

(۱) **الجواهر اليواقيت المعروف بتوضيح التوقيت** ۱۳۳۰ھ۔ اس تصنیف کے بارے میں شہزادۂ ملک العلماء ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب کچھ اس طرح رقمطراز ہیں: یہ کتاب فن توقیت میں نصف النہار، طلوع، غروب، ضحوۂ کبریٰ، عصر، ضرب، ستینی، تقسیم ستینی، کشور عشاریہ، حبیب لگارشمی، دھوپ گھڑی، سمت قبلہ اور دیگر اہم علمی مسائل پر سیدھی سادی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اور توضیح وتشریح کے لئے مثالیں دی گئیں ہیں۔ (جہان ملک العلماء مطبوعہ انجمن برکات رضا پھول گلی ممبئی)

(۲) **توضيح الافلاک المعروف سلم العلوم** ۱۳۴۰ھ۔

(۳) مشرقی اور سمت قبلہ ۱۳۵۸ھ۔

(۴) مؤذن الاوقات ۱۳۵۳ھ۔ یہ رسالہ اوقات نماز میں تصنیف کیا گیا ہے۔ آج برصغیر میں جہاں مساجد قائم ہیں اور نمازیں ہوتی ہیں وہ مؤذن الاوقات کی روشنی میں ہوتی ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ خود غرض لوگوں نے اسے بھلا دیا ہے، اس رسالہ کو حضور سراجِ ملت مدظلہ العالی نے انجمن برکات رضا سے شائع فرمایا۔

قابلِ داد وتحسین ومبارکباد ہیں حضور سراج ملت حضرت علامہ سید سراج اظہر قادری رضوی صاحب قبلہ جنہوں نے حضور ملک العلما کی شخصیت کو دنیائے سنیت کے مابین اجاگر کیا۔ اور وہ قلمکار حضرات بھی جنہوں نے اپنے قیمتی لمحات کو اپنے محسن ملک العلما کی خاطر صرف کئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر عظیم واجر جزیل سے ہمکار فرمائے۔

حضور ملک العلما کی تمام تصانیف کا تعارف اور ان پر تبصرہ بہت اہم کام ہے، لیکن مجھ جیسے کم علم کے لئے مشکل ہے۔ میں نے جن کتب و رسائل کا تعارف پیش کیا وہ اپنے بڑوں کی تحریرات کی روشنی میں کیا آپ کی تمام تصانیف کا منظر عام پر آنا اور ان کا دانشورانہ تعارف وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے کہ کوئی صاحبِ بصیرت اس حوالے سے اپنی خدمات پیش کر کے جماعتِ اہلسنّت کے سر سے ایک بڑے قرض کو اُتارنے کی کوشش کرے گا۔ ربِّ کائنات ہمیں ملک العلما کے نقوشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

محمد کلیم الدین رضوی سراجی
متعلم جماعت رابعہ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، ممبئی

حضور ملک العلما اور ان کی حدیثی خدمات

حضور ملک العلما علم وعمل کے کوہِ گراں، اعلیٰ حضرت کے علوم و فنون کے سچے وارث وامین، فرید دہر، وحید عصر، عبقری شخصیت کے مالک تھے۔ رسول پور میجرا ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں ۱۰؍محرم ۱۳۰۳ھ/ مطابق ۱۹؍اکتوبر ۱۸۸۰ء کو صبح صادق کے وقت آپ کی ولادت ہوئی۔

درسیات کی تکمیل کے بعد حضور ملک العلما نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور اشاعت دین حق میں گذار دی۔ بے شمار بندگانِ خدا آپ کے علمی پنگھٹ سے سیراب ہوئے اور اپنی تشنگی بجھائی اور متعدد علوم وفنون پر کئی ایک کتابیں آپ کے نوکِ قلم سے منصۂ شہود پر آئیں۔ مولانا حسن رضا خان نے ماہنامہ رفیق کے علمائے بہار نمبر میں آپ کی ۲۷؍کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ (حوالہ ماہنامہ رفیق علمائے بہار نمبر، جنوری ۱۹۸۴ء ص ۱۱۷) حضور ملک العلما نے اپنی تصنیفات کا سلسلہ ۱۳۲۳ھ سے شروع کیا اور تقریباً اپنی رحلت ۱۳۸۴ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رکھا۔ اور ایک اندازہ کے مطابق آج علوم قدیم وجدید پر مشتمل آپ کی تصنیفات وتالیفات ۷۲؍ سے زائد ہیں۔ آپ کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب حیات ملک العلما میں فرماتے ہیں کہ ان کتابوں میں سے کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں، لیکن زیادۂ تر افادۂ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئی ہیں۔ یہ متعدد فنون اور موضوعات حدیث، اصول حدیث، فقہ، اُصولِ فقہ، تاریخ سیرت، فضائل ومناقب، اخلاق، نصائح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، ہیئت، توقیت، تکسیر ومناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں

حدیث، اصول حدیث

حضور ملک العلما نے درس وتدریس، وعظ وتقریر اور فتاویٰ وغیرہ میں اپنے علوم کے جواہر بکھیرے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ علم حدیث میں آپ نے جو خدمات انجام دی ہیں، وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش ہے، فن حدیث میں آپ کا سب سے نمایاں کارنامہ صحیح البہاری ہے، فن حدیث میں حضرت ملک العلما نے پانچ چھ کتاب تصنیف کیں۔ ان میں سب سے اہم اور معتبر **صحیح البھاری** ہے۔ یہ کتاب جماعت حنفیہ اور سواد اعظم کے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ اس لئے کہ یہ پہلی کتاب ہے جو فقہی ابواب کے طرز پر مرتب کی گئی ہے اور فقہ حنفی کے تمام مسائل کی مستدل احادیث صحیحہ معتبرہ مستندہ یکجا جمع کردی گئیں ہیں۔

گیارہویں صدی ہجری میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاید یہ پہلے حنفی عالم ہیں، جنہوں نے مسلک احناف کی تائید میں ایک مجموعۂ احادیث **فتح المنان فی تائید مذھب النعمان** کے نام سے مرتب کیا۔ اس کے بعد علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی (۱۲۰۵ھ) نے **عقود الجوھر المنیفہ فی ادلۃ امام ابی حنیفہ** تصنیف کی۔ یہ دونوں کتابیں مسلک حنفی کی تائید میں لکھی گئی ہیں۔ خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطۂ نظر سے ہندوستان میں جو پہلا مجموعہ احادیث مرتب ہوا۔ وہ علامہ ظہیر الحسن شوق نیموی بہاری کی آثار السنن ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ھ/ ۳۱۱؍صفحات پر قومی پریس لکھنؤ میں چھپی۔ بعض مدارس کے نصاب میں بھی داخل ہوئی۔ اب بھی کہیں کہیں داخل نصاب ہے۔ افسوس کہ یہ کتاب مکمل نہ ہوسکی، کتاب کا خاتمہ باب فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اچانک ختم ہوگیا۔ اس کے بعد ابواب وہ لکھنا چاہتے تھے کہ اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ یہ مختصر سی کتاب علمائے احناف میں قدر کی نظر سے دیکھی گئی۔ یہ دیکھ کر کہ یہ مختصر سی کتاب ہے، اس سے احناف کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ برسوں سے علمائے کرام و فضلائے عظام کی آنکھیں ترس رہی تھیں کہ کوئی ایسی کتاب معرضِ وجود میں آئے جس میں وہ احادیث یکجا ہوں جو مذہب حنفی کا ماخذ اور مؤید ہوں۔ لیکن چودہویں صدی کے اوائل تک کوئی ایسی کتاب دیکھنے کو نہ ملی۔

(بقیہ: صفحہ ۵۷ پر)

محمد ابراھیم رضا رضوی سراجی
جماعت رابعہ متعلم دارالعلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی

'جہانِ ملک العلما' کا سرسری مطالعہ

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے　　اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مشہور زمانہ شعر ہم پڑھتے اور پڑھ کر جھوم جاتے ہیں۔ کتنی عظیم شخصیت کا یہ شعر ہے، جبکہ وہ ذات جس کے لئے یہ شعر ہے، کتنی عظیم تھی، ہم لوگ اس سے نابلد تھے۔ معلوم تھا تو صرف اتنا کہ عظیم شخصیت ہوگی، اس لئے کہ سرکار اعلیٰ حضرت نے اپنے خلفاء واحباب کے تذکرے میں ان کو تیسرے نمبر پر رکھا۔ میں تو مبتدی طالب علم ٹھہرا، تو مجھے معلوم بھی کیسے ہوتا؟ پھر بھی میں سوچتا کہ میں سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو نہیں جانتا تھا۔ بعد میں علما کی زبانی سنا اور جہان مفتی اعظم واستقامت ڈائجسٹ، مفتی اعظم نمبر، پیغامِ رضا اور دیگر رسائل کے مطالعہ سے حضور مفتی اعظم سرکار کی حقیقت مجھ پر عیاں ہوئی۔ حضور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہٗ کی ذات بھی مختلف رسائل وجرائد میں پڑھنے کو ملی۔ شیر بیشۂ سنت کے احوال وکوائف بھی علمائے کرام کی زبانی سننے کو ملے اور دیگر خلفائے اعلیٰ حضرت واکابرین اہلسنّت کے واقعات بھی گوش گذار ہوئے۔

لیکن وہ ذات! جس کو حضور اعلیٰ حضرت نے ملک العلما جیسا خطاب عظیم عطا کیا۔ فاضل بہاری کے لقاب سے ملقب فرمایا۔ اپنے تمام علوم وفنون کا وارث بنایا۔ جو سید تھا۔ غوث اعظم کا شہزادہ تھا۔ مظہر امام اعظم ابوحنیفہ بھی تھا۔ امام العصر تھا۔ محدث تھا۔ محقق تھا۔ مفکر تھا۔ مبصر تھا۔ مدبر تھا۔ تو قیت میں تنہا آگاہ تھا۔ دین کا ظفر تھا۔ اسی ایک ذات میں نہ جانے کیا کیا تھا۔ اپنے ہم عصروں میں سب سے نمایاں مقام کا حامل تھا۔ علمی مقام بلند وبالا تھا۔ وہ سائنس داں بھی تھا۔ قائدِ دیں بھی تھا۔ ممتاز مصنف تھا۔ رضویات کا مؤسس اول تھا۔ جس نے تن تنہا سب کچھ کر دیا۔ جو سب مل کر نہ پائے وہ اکیلا کر گیا۔ جس کو لوگ چودھویں صدی ہجری کے منفرد عالم، ممتاز مصنف، شیخ المحدثین، رأس المعلمین، عالم علم نجوم وفلکیات، ماہر فن ریاضیات، امام العصر، ملک العلما، اخطب الخطبا، افقہ الفقہا، محدث اعظم حضرت علامہ مفتی سید شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہاری علیہ رحمۃ الباری کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ نصف صدی گزر جانے کے بعد بھی اس شخصیت پر کوئی قابل قدر کام نہ ہوسکا۔ یہ وہ عظیم شخصیت تھی، جس کو سرکار اعلیٰ حضرت بارہا ''ولدی الاعز، حبیبی وولدی، قرۃ عینی، جان پدر بلکہ از جان بہتر'' جیسے نایاب لفظوں سے نوازتے رہتے۔ یہ ذات ایسی تھی جو اپنوں کو ہی نہیں، بلکہ غیروں کو بھی تسلیم تھی۔ جس نے غیر مقلدین کے بالمقابل ہم کو صحیح البہاری جیسا، ایسا میزائیل دیا کہ آج تک ان کے پاس اس کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ ایسی عظیم ہستی، ایسی عظیم ذات کہ جس نے حیات اعلیٰ حضرت لکھ کر سرکار اعلیٰ حضرت کے زندگی کے گوشوں سے ہمیں متعارف کرایا۔ اور رضویات کے مؤسس اول ہونے کا شرف حاصل کیا۔

افسوس! صد افسوس!! کہ وہ عظیم ہستی نگاہِ تعصب کا شکار ہوگئی۔ پچاس سال گزر گئے، ایسی ذات پر کوئی قابل قدر کام نہ ہوا اور نہ ہی ہم نے علماء کی زبانی سنا، نہ کسی رسالے میں ان کوئی ذکر پڑھا۔ لوگوں نے ان کو ظاہر ہی نہیں کیا۔ اس کا اعتراف سبھی کو ہے۔ چنانچہ منظر اسلام کے لائق وفائق مدرس ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی صاحب لکھتے ہیں: ''ایسے کمالات واوصاف کے حامل شخص (ملک العلماء) کو لوگوں نے پردۂ خفا میں رکھا۔ تذکرہ نگاروں نے حق دیانت ادا نہیں کیا۔ بعض نے تو ایسی بات لکھ ماری ہے کہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرے اس انکشاف کرنے پر لوگوں کو حیرت ہوگی، مگر مجھے کوئی تردّد اور جھجک نہیں۔ کیونکہ تاریخ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس سے چشم پوشی قطعاً ممکن نہیں۔''

(جہان ملک العلماء ص ۴۴۲ / مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی) ایسے ہی دوسری جگہ زبیر قادری رقمطراز ہیں: ''حیرت در حیرت اس بات پر ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اس اولین شاگرد، شارح اور سوانح نگار پر اب تک کوئی جامع و مبسوط کام سامنے نہ آسکا۔ اب تک صرف چند مقالے، کتابیں ہی منظر عام پر آئیں۔ جو ان کے شایانِ شان نہ تھیں۔ (جہان ملک العلماء ص ۸۵ / مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

واقعی میں ملک العلما پر کوئی کام نہ ہوسکا۔ ہوا بھی تو تھوڑا بہت، جو ان کے صاحبزادے و شاگردوں نے کیا۔ ملک العلماء کی ذات ایسی تھی کہ جس پر بڑے بڑے کام ہوسکتے تھے۔ ان کے نام سے ادارے کھولے جاتے۔ مختلف شعبہ جات قائم کئے جاتے۔ زندگی کے ایک ایک پہلو پر ایک ایک جہان نکالے جاتے۔ زندگی کے ہر گوشوں کو مختلف انداز میں پیش کیا جاتا۔ ان کی علمی صلاحیت پر کتابیں شائع کی جاتیں۔ ان کی درسی و غیر درسی تالیفات کو طبع کرا کر لوگوں میں عام کیا جاتا۔ نصاب میں داخل کیا جاتا۔ **لیکن افسوس!** ایسا نہ ہوسکا۔ تھوڑی بہت کوشش مولانا ملک الظفر صاحب شہسرام نے کی تھی۔ انہوں نے مضامین کا اچھا خاصا ذخیرہ بھی جمع کرلیا تھا۔ مگر، واہ رے قوم کی بے حسی نہ جاگی تھی، نہ جاگی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ کئی دہائیوں کے بعد ایک مجاہد اٹھا ہے، جو ایسی شخصیت پر کام کرنے کا جذبہ لئے ہوا ہے، جس کو تعصب اور اپنوں کی بے وفائی نے گمنام کرنے کی کوشش کی۔ حضرت مولانا ملک الظفر صاحب نے اپنی انتھک کوشش وجدو جہد سے بیسیوں مضامین تو جمع کر لئے، لیکن بے چارے اپنوں کی بے توجہی سے اس کو طباعت کے مراحل سے نہ گزار سکے اور یہ منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔ جہان ملک العلما میں اس کا ذکر زبیر قادری اپنے تأثر میں اس طرح کرتے ہیں: ''چند برسوں قبل سہسرام بہار سے علامہ ملک الظفر نے اپنے سہ ماہی رسالے الکوثر کے ملک العلماء نمبر کا اعلان کیا تھا۔ کافی محنت، تگ ودو اور دنیا بھر میں رابطے کر کے بے شمار علمی تحقیقی اور بہترین مقالے جمع کئے، کمپوزنگ بھی ہوگئی، لیکن نامساعد حالات کا شکار ہوکر وہ بھی شائع نہ کئے جاسکے''۔ (جہانِ ملک العلماء ص ۸۵ / مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)۔ اتنا تو سبھی کو احساس ہے کہ حضرت ملک العلما پر کوئی قابلِ قدر کام نہ ہوسکا۔

اب علمائے ہند میں سے ایک بااثر شخصیت جو ملک العلما کے ننہال موضع بین کے رہنے والے ہیں۔ ملک العلماء کے خاندان سے ہیں۔ جس طرح ملک العلماء ملک سید ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ملک سید ہیں۔ یہ وہ ہیں جو دین وسنیت ومسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی خاطر سرگرم عمل ہیں۔ کثیر مساجد ومدارس کے بانی ہیں۔ جن کا انتظام وانصرام بھی یہی کرتے ہیں۔ سرزمین بمبئی پر مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ رضویات کے خلاف جو بھی آواز اٹھتی ہے، وہ آواز دبانے میں سب سے پیش پیش یہی رہتے ہیں۔ مفتی اعظم سرکار وبرہان ملت کے خلیفہ بھی ہیں۔ ان کو لوگ سراج ملت کہا کرتے ہیں۔ یہ ہیں پیر طریقت، رہبر شریعت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، ضیغم رضویت حضرت علامہ مولانا الحاج **سید شاہ سراج اظہر** رضوی نوری۔ یہی اس میدان میں اترے اور جہان ملک العلماء جیسا تحفہ عوام اہلسنّت کو پیش کیا۔ انہیں سراج ملت کے بارے میں مرتب جہان ملک العلماء ڈاکٹر غلام جابر صاحب رقمطراز ہیں: ''یہ (سراج ملت) مولانا ہیں۔ حافظ وقاری ہیں۔ پیر طریقت ہیں۔ واعظ ومصلح ہیں۔ خلوص، جذبات رکھتے ہیں۔ بڑے بڑے کام سرانجام دیتے ہیں، مگر میرا خیال ہے کہ ان کے تمام کاموں میں جہان ملک العلماء کی ترتیب وطباعت سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ جو صرف ان کے لئے نہیں، بلکہ پوری جماعت کے لئے قابل فخر یادگار کارنامہ ہے۔'' (جہان ملک العلماء ص ۳۶ / مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی) جہان ملک العلماء کے منظر عام پر آنے کے بعد سراج ملت کے بارے میں روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی کے معاون ایڈیٹر وصیل خان لکھتے ہیں: ''(سراج ملت) جن کی فعال اور متحرک شخصیت کی تخلیق اللہ نے اسی طرح کے کاموں کے لئے مختص کر رکھی ہے، ان کے بحر کی موجوں میں تلاطم خیزیاں اتنی ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ ان کے ادارے کی جانب سے کوئی نہ کوئی تحریک نہ اٹھتی ہو۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اصحاب رسول، تابعین اور تبع تابعین صوفیائے عظام، اولیائے کرام اور صلحائے ذی الاحترام کا مختلف انداز میں ذکر وچرچا نہ کیا جاتا ہو۔'' (اردو ٹائمز ممبئی، یکم جنوری ۲۰۱۰ء، جمعہ) سراج ملت نے جہان ملک العلماء جیسا کارنامہ کیا انجام دیا کہ ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ہر سو ان کی شخصیت

پر چرچا ہونے لگا۔ مبارک باد ومژدہ باد کے نغموں کی قطار در قطار لگ گئی۔ حضرت سراج ملت صاحب کو حضور ملک العلماء سے خاص لگاؤ ہے۔ اسی سبب انہوں نے حضور ملک العلماء کی کئی تصانیف جیسے مؤذن الاوقات، تنویر المصباح للقیام عند حی علی الفلاح، صحیح البہاری وغیرہ وملک العلماء کی ذات پر لکھی گئی کتابیں حیات ملک العلماء اور حیات ظفر بھی اپنے ادارے کی جانب سے شائع کرائیں۔ اور حضور ملک العلماء کی دیگر کئی کتابیں جیسے وافیہ، عافیہ وغیرہ چھاپنے کی تیاری چل رہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو اس کارِ خیر میں کامیابی عطا فرمائے۔ تو سرِ دست گفتگو چل رہی تھی کہ حضور ملک العلماء پر کوئی قابل ذکر کام نہ ہوسکا۔ اور اب ہوا تو اس کا سہرا بھی انہیں سراج ملت کے سر ہے۔ جنہوں نے ملک العلماء کی ذات ایک جہان ہی چھاپ دی اور اس کا نام بھی ''جہان ملک العلماء'' رکھا۔

جہان ملک العلماء میں کیا ہے؟ اس کے بارے میں بمبئی کا مشہور اردو اخبار روزنامہ اردو ٹائمز لکھتا ہے: ''یہ کتاب جہان ملک العلماء اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے سب سے چہیتے اور اولین شاگرد رشید جو نہ صرف علوم اسلامیہ کے ماہرین میں سے تھے، بلکہ اپنے استاذ اور شیخ طریقت فاضل بریلوی کے لائق وفائق علمی وروحانی وارث وامین بھی تھے کی ذات بابرکات وپر از کمالات کی خدمات جلیلہ کے شش جہتی پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔'' (اردو ٹائمز ممبئی، یکم جنوری ۲۰۱۰ء، جمعہ) یہ میرے سامنے جہان ملک العلماء ہے۔ جس کا سرورق بھی بہت خوبصورت ہے۔ اس جہان ملک العلماء میں کئی جہان سمٹے ہوئے ہیں۔ جس سے آنے والی نسلوں کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ اس کی افدیت کے بارے میں اردو ٹائمز لکھتا ہے: ''تحقیقات وتدقیقات کی دنیا میں کچھ کام ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اثرات صدیوں پر محیط ہوتے ہیں اور ان سے استفادہ کا کام ایک طویل عرصہ ہی نہیں بلکہ روز حشر کے بپا ہونے تک لیا جاتا ہے۔ کچھ کام اپنی ضرورت اہمیت اور افادیت کے باوجود محض وقتی اور عارضی ہوتے ہیں اور ایک عرصہ گزر جانے کے بعد اپنی اہمیت اور اثریت کھو دیتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب جہان ملک العلماء کا تعلق مذکورہ بالا اول الذکر جملے سے ہے۔'' (اردو ٹائمز ممبئی، یکم جنوری ۲۰۱۰ء، جمعہ)

ویسے تو دیکھنے میں لگتا ہے کہ یہ کتاب تیار کرنے میں سالہا سال لگے ہوں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس ضخیم مجلّہ کو حضرت سراج ملت نے سال بھر کے اندر ہی چھاپ لیا۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ حضور ملک العلماء کی کرامت ہے۔ اتنے کم عرصے میں اس جہان کو ترتیب وطباعت کے مراحل سے گزار کر لوگوں کے ہاتھ میں دینے سے اپنے تو اپنے اغیار بھی حیرت واستعجاب کے عالم میں ہیں۔ اخبار لکھتا ہے: ''بارہ سو صفحات پر مشتمل اتنی ضخیم کتاب کی تدوین وترتیب اور ہوش ربا گرانی کے باوجود اس کی اشاعت پر زر کثیر کا خرچ بذات خود ایک نہایت دقت طلب اور کراماتی عمل محسوس ہوتا ہے۔ جس کا سہرا خلیفہ مفتی اعظم سراج ملت مولانا سراج اظہر صاحب کے سر جاتا ہے۔'' (اردو ٹائمز ممبئی، یکم جنوری ۲۰۱۰ء، جمعہ)

سراجِ ملت نے جہاں اس کتاب کی اشاعت پر خطیر رقم خرچ کی، قلمکاروں اور مضمون نگاروں کو نذرانے پیش کئے۔ وہیں اس کتاب کی ترتیب ونظر ثانی کے لئے ماہر رضویات ڈاکٹر غلام جابر شمس صاحب کو مقرر کر کے اس کتاب کو اور بھی معتبر بنا دیا۔ کیونکہ ان کی نگرانی میں جو بھی کام ہوتا ہے، وہ تاریخ دانوں وتذکرہ نگاروں کے حلقہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سراج ملت کے اس عمل خیر پر مذکورہ اخبار لکھتا ہے: ''کتاب کی ترتیب ونظر ثانی کے لئے سراج ملت نے ماہر رضویات ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی جیسے سنجیدہ اور شناور علم کا انتخاب کر کے حق بہ حق دار رسید کی مثال قائم کی ہے۔ انہوں نے پوری عرق ریزی اور تندہی کے ساتھ کتاب کو مستند ومزین کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ لوگ ان جملوں کو مبالغہ آمیزی پر محمول کریں، تو ان سے گزارش ہے کہ وہ صرف ایک بار کتاب کا بنظر غائر ہی مطالعہ کر لیں۔ یقیناً وہ اپنے جملے واپس لے لیں گے۔'' (اردو ٹائمز ممبئی، یکم جنوری ۲۰۱۰ء، جمعہ)

اس کتاب کو دیکھنے کے بعد لگتا ہے کہ اس کے مہتمم حضرت سراج ملت صاحب مدظلہٗ ومرتب ماہر رضویات مولانا غلام جابر شمس صاحب وصاحبزادہ عالی تبار حضرت سید منہاج رضا ہاشمی صاحب (جنہوں نے سراج ملت کے اس عظیم خواب کو پورا کرنے میں رات دن ایک کر دیا اور طباعت کے آخری مرحلے تک پوری مستعدی کے ساتھ ڈٹے رہے۔ ان کی ٹیم کے ایک رکن کا بیان ہے کہ ان کی مستعدی ہر لمحہ ہمارے

اندر ایک نئی روح پھونکتی، جس کی وجہ کر ہمیں کام کرنے میں ہمت ملتی اوران کی ٹیم (جس میں حضرت مولانا زاہد علی رضوی، وقاری محمد آصف رضا خاص طور سے قابل ذکر ہیں، جن کی بھاگ دوڑ اور راتوں کی قربانیوں کا جہان ملک العلما نتیجہ ہے) نے کتنی سخت محنت کی ہے اور اسی سخت محنت کے نتیجے میں یہ ضخیم کتاب وجود میں آئی۔ آیئے! اس جہانِ ملک العلما پر سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ یہ کتاب تقریباً ساڑھے بارہ سو صفحات کی ہے۔اس میں اکیس ابواب ہیں، جو ملک العلماء کی زندگی کے مختلف گوشوں کو بڑے حسین انداز میں اجاگر کرتے ہیں۔ اردو ٹائمز لکھتا ہے: ''پوری کتاب کل اکیس ابواب پر مشتمل ہے۔ جسے اتنا سیر حاصل بنا دیا گیا ہے کہ اوراق پلٹتے ہی زبان سے بے ساختہ جملہ نکلتا ہے، میں چمن میں کیا گیا گویا دبستان کھل گیا۔'' (اردو ٹائمز ممبئی، یکم جنوری ۲۰۱۰ء، جمعہ) کتاب کی ورق گردانی کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اظہار احوال واقعی اور تقدیم ونعت ومنقبت کو چھوڑ کر اکیس ابواب کا سلسلہ شروع ہے۔ مقدمے میں غلام جابر صاحب رقمطراز ہیں: ''جہان ملک العلماء اکیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں حمد ونعت کے بعد چند منقبتیں ہیں۔'' (جہانِ ملک العلما، ص ۱۸ر مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

اکیس ابواب میں **پہلا باب** پیغامات وتأثرات سے مزین ہے۔ جس میں اکابر ومشائخ کے تأثرات ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ جبکہ **دوسرا باب** ملک العلما کے جد امجد حضرت ابراہیم ملک بیا قدس سرہٗ کے متعلق ہے، جو کہ حضور غوث پاک کے ساتویں پشت میں ہیں۔ اس باب میں جو دوسرا مضمون ہے، وہ بہت تحقیقی ہے۔ جس کے مطالعہ سے حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ **تیسرا باب** حیات وحالات کے موضوع پر ہے۔ اس میں ملک العلما کی حیات پر دو مضمون تو ایسے ہیں، جو ان کی حیات میں ہی معرض وجود میں آ گئے تھے۔ تیسری تحریر بھی کچھ کم نہیں، جو حیات ملک العلماء کے نام سے موسوم ہے۔ جو ان (ملک العلماء) کے صاحبزادے (مختار الدین آرزو صاحب) نے سمندر کو کوزے میں سمیٹ دیا ہے۔ یہ تحریر کئی دفعہ کتابچہ کی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ بڑی جامع تحریر ہے۔ مختصر لفظوں میں ہر بات کو واضح کیا ہے۔ مقدمے میں ڈاکٹر شمس صاحب لکھتے ہیں: ''یہ کتاب (حیاتِ ملک العلما) حضرت ملک العلما کی پوری زندگی، تمام زریں کارناموں کا احاطہ کرتی ہے۔'' (جہانِ ملک العلما، ص ۲۰ر مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

چوتھا باب سیرت، شخصیت، مثالی کردار سے معنون ہے۔ اس باب میں اکثر مشائخ کی تحریریں ہیں جیسے علامہ عبدالحکیم شرف قادری و پروفیسر مسعود احمد علیہما الرحمہ وغیرہ۔ جبکہ یہ باب بارہ تحریروں پر مشتمل ہے اور ان تمام تحریروں میں ملک العلما کی سیرت، شخصیت، مثالی کردار اور کہیں کہیں علم وفن وخدمات پر گفتگو کی گئی ہے۔

پانچواں باب فضائل وکمالات پر ہے۔ اس باب کے تمام مضمون نگاروں کے متعلق مرتب جہان ملک العلما لکھتے ہیں: ''ان حضرات نے حضرت ملک العلما کے علم وفضل، عبور وکمال، علمی گہرائی وفنی گیرائی پر بحث کی ہے اور اس بات کی وکالت کی ہے کہ حضرت ملک العلما کمالات وفضائل کے سدرۃ المنتہیٰ پر فائز تھے۔ اور حق یہ ہے کہ اس وکالت میں یہ حضرات حق بجانب ہیں۔'' (جہانِ ملک العلما، ص ۲۱ر مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

چھٹا باب ولایت وکرامت کا ہے۔ حضور ملک العلما ایک ولی کی بارگاہ کے تربیت یافتہ تھے۔ اسی لیے خود بھی ولی تھے۔ اس باب کے متعلق مرتب صاحب رقمطراز ہیں: ''علمی تحقیقی فیلڈ میں ہر چند کہ کرامات ومکشوفات کا وزن نہیں، مگر یہ جہانِ ملک العلما ہے، جس میں موضوع لہٗ شخصیت کو ہر جہت سے دیکھنے پرکھنے کی گنجائش موجود ہے۔ لہٰذا ہر نوع کی تحریر ونگارش شریک اشاعت ہے۔'' (جہان ملک العلما ص ۲۲ر مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

جہانِ ملک العلما کا **ساتواں باب** امام احمد رضا اور ملک العلما کے نام سے موسوم ہے۔ حضور ملک العلما چونکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے پاس پڑھے اور انہی کے ادارے میں عرصۂ دراز تک پڑھایا بھی، تو امام احمد رضا کو ملک العلماء سے کس قدر لگاؤ تھا۔ ان کے کیا تعلقات تھے، ان کے درمیان کیسی الفت ومحبت تھی۔ ان معاملات کو اس باب میں ضبط تحریر کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت سے ملک العلما کا علمی وروحانی اٹوٹ رشتہ استوار تھا۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت نے ملک العلما کو کبھی ''قرۃ عینی، حبیبی وولدی،

جان پدر بلکہ از جان بہتر'' جیسے القاب سے یاد کیا۔ ملک العلما ایک جامع کمالات شخصیت کے تعلق سے **آٹھواں باب** بھی ہے۔ جس میں پانچ مضامین رکھے گئے ہیں۔ اس باب میں جو مفتی ارشاد ساحل صاحب کا مضمون ہے، وہ بہت ہی تفصیلی، تحقیقی و معلوماتی ہے۔ ان کی اس تحریر کو صاحب مرتب نے حاصل باب کا درجہ دیا ہے۔

نویں باب کو آپ کی تدریسی خدمات سے مزین کیا گیا ہے۔ حضور ملک العلماء کا انداز درس، اسلوب سخن کتنا نرالا تھا، اس باب میں خاص طور سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ملک العلما کے شاگرد رشید حضرت علامہ شہاب الدین اشرفی علیہ الرحمہ کا بھی مضمون ہے۔ جو سفر و حضر میں بھی ملک العلماء کے ساتھ رہے اور اکتساب فیض کیا۔ اس باب میں چار مضامین ہیں۔ جس میں ملک العلما بحیثیت استاذ منظر اسلام و جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار کا بھی ذکر ہے۔

دسویں باب کو تعارف تصنیف کے ساتھ متصف کیا گیا ہے۔ جس میں ملک العلما کی تصانیف پر خاص طور سے گفتگو کی گئی ہے۔ جس میں ملک العلما کی کئی کتابوں کا تفصیلاً تعارف پیش کیا گیا ہے اور کئیوں کا اجمالاً۔

گیارہواں باب فقہیات ہے۔ اس باب کے تعلق سے ڈاکٹر شمس صاحب لکھتے ہیں: ''اس باب میں جہاں فتاویٰ ملک العلما کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، وہیں ان کے بعض فقہی رسائل کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔'' (جہان ملک العلما، ص ۲۳ر مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

بارہواں باب درسیات سے مختص ہے۔ صاحب مرتب مقدمے میں رقمطراز ہیں: ''یہ باب درسیات کے لئے خاص ہے۔ درسیات سے مراد تعلیم و تدریس نہیں، بلکہ درسی کتابوں کی تصنیف و تالیف ہے۔'' (جہانِ ملک العلما، ص ۲۳ر مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی) ویسے تو ملک العلماء نے کئی درسی کتابیں تصنیف کی ہیں، مگر جہان ملک العلما کی ترتیب و طباعت کے وقت جن کتابوں پر مضامین حاصل ہوئے، وہ صرف فن حدیث اور فن صرف میں ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر غلام جابر شمس صاحب نے اس کا ذکر بھی کیا۔ اسی وجہ سے اس باب کو دو حصوں الف اور ب میں تقسیم کیا گیا۔ فن حدیث کا الف میں اور فن صرف کا ب میں گفتگو ہے۔ **تیرہواں باب** فضائل و نصائح سے تعلق رکھتا ہے۔ اس باب کے متعلق شمس مصباحی صاحب لکھتے ہیں: ''پہلے واضح کردوں یہاں فضائل و نصائح سے مراد حضرت ملک العلما کے فضائل و نصائح نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بحیثیت فن ہے۔'' (جہان ملک العلماء ص ۲۵ر مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی) اس باب میں خاص طور سے میلاد نامہ، رسالہ ہجرت سد الفرار، جواہر البیان، دلچسپ مکالمہ اور اسلامی نظریۂ موت پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔

چودہواں باب سفیر رضویات سے متعلق ہے۔ اس میں خصوصی طور سے یہ بتایا گیا ہے کہ رضویات کی بنیاد گذاری میں اولیت کا سہرا ملک العلما ہی کے سر ہے۔

پندرہواں باب ردّ و مناظرہ ہے۔ ملک العلما کے مناظرہ کے تعلق سے مولانا جابر شمس صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت ملک العلما نے ذہن ہی مناظرانہ پایا تھا، باتوں بات میں وہ مخالف کا پانسہ پلٹ دیتے تھے۔ ان کا مناظرہ، اصول مناظرہ کی روشنی میں ہوتا تھا۔ جدلیت کا رنگ ہرگز نہیں ہوتا تھا۔'' (جہانِ ملک العلما، ص ۲۶ر مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

سولہواں باب ادبیات کے متعلق ہے۔ اس باب میں ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب و ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب نے بالترتیب ملک العلماء کی نثر نگاری و ادبی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔ جبکہ مولانا ادریس رضوی صاحب نے ملک العلما کو ان کی تحریر کے آئینے میں دکھانے کی کوشش کی ہے۔

سترہواں باب سیاسیات۔ اس باب کے مضامین کے تعلق سے مرتب صاحب تحریر کرتے ہیں: ''ملک العلما کا تعلق ہر چند، کہ سرگرم سیاست سے نہیں تھا، مگر یہ طے ہے، کہ وہ سیاسی حالات کے مدوجزر سے بالکل بے خبر بھی نہیں تھے اور جب ضرورت پڑی، تو قوم وطن کی راست سمت میں رہنمائی ضرور کی۔ اس راہ نمایانہ روش کے پس منظر میں ان کے سیاسی افکار کو سمجھا جاسکتا ہے۔'' (جہان ملک العلماء ص ۲۶ر مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی)

اٹھارہواں باب احباب و معاصرین کے بیان میں ہے۔ حضور ملک العلما بڑی شخصیت تھی، اس لئے ان کا حلقۂ احباب بھی بہت وسیع تھا۔ جیسے کہ یہ عیاں ہے کہ جب شخصیت بڑی ہوتی ہے، تو مراسم و

تعلقات بھی بھی بڑے ہوتے ہیں۔ ملک العلماء کے تعلقات بہت وسیع تھے۔ اس باب میں مفوضات کے ذریعہ یہ باور کرایا گیا ہے کہ ملک العلماء احباب ومعاصرین کی نظر میں کس قدر مقبولیت کے حامل تھے۔

انیسواں باب تلامذہ کے بارے میں ہے۔ ملک العلما نے پچپن سال تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس مدت مدید میں ہزار ہا تشنگانِ علوم نبویہ نے دریائے ملک العلما سے پیاس بجھائی ہوگی۔ علوم و فنون کے اس بحر بیکراں سے پیاس بجھانے والوں کی فہرست بے شمار اور لامحدود ہے۔ انہیں خوش بختوں میں چند نامور، مشاہیر تلامذہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھل اور شاخوں سے درخت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ پتوں اور اثمار سے درخت کی اہمیت آپ بخوبی جان سکتے ہیں، مزید اس پر روشنی ڈالنے کی قطعاً حاجت وضرورت نہیں۔

بیسواں باب ملک العلما کے فرزند رشید توقیر عرب، تنویر عجم پروفیسر مختارالدین آرزو صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے لئے خاص ہے۔ جن کا دوسال پہلے انتقال پر ملال ہوا۔ عوام اہلسنّت کے لئے اعلیٰ حضرت کی یہ آخری نشانی تھے۔ کیونکہ ان کا نام ''مختارالدین'' سرکار اعلیٰ حضرت نے ہی رکھا تھا۔ ان کی فضیلت کے لئے یہی ایک بات کافی ہے۔ عظیم باپ کے یہ عظیم بیٹے تھے۔ جب جہان ملک العلماء اشاعت پذیر ہوئی، اس وقت یہ باحیات تھے۔ اس باب میں ان کے اوپر جو بھی مضامین لکھے گئے، وہ بہت ہی معتبر ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے ان مضامین کا مطالعہ بھی کیا تھا۔ ان کی ذات پر جہان ملک العلماء میں پانچ مضامین ہیں۔ جس سے ان کی بلند شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔

اکیسواں باب عکسی نوادرات پر مشتمل ہے۔ اس میں حضور اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم، حضور محدث اعظم، حضرت محدث سورتی وحضور ملک العلما کی قلمی تحریروں کا عکس ہے۔ ان اکابرین کی اصلی تحریروں سے سنیوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ اس میں دو مضامین دھوپ گھڑی اور سمت قبلہ کا عکس بھی ہے، جو بہت ہی نادر ونایاب ہے۔

الغرض ملک العلما کے ہر گوشے کو اس جہان ملک العلماء میں بہت ہی حسین انداز میں پیش کیا گیا۔ اخبار اردو ٹائمز لکھتا ہے: ''باب اوّل کو پیغامات وتأثرات سے مزین کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں ملک العلما کے مورث اعلیٰ اور وطن عزیز کے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اسی طرح سے حیات وحالات، سیرت، شخصیت، مثالی کردار، فضائل وکمالات، ولایت وکرامت، امام احمد رضا اور ملک العلما، جامع کمالات شخصیت، تدریسی خدمات، تعارف تصنیف، فقہیات، درسیات، علمِ حدیث، علم صرف، فضائل ونصائح، سفیر رضویات، ردّ ومناظرہ، ادبیات، سیاسیات، احباب ومعاصرین، تلامذہ، پروفیسر مختارالدین احمد اور عکس نوادرات جیسے عنوانات کے ذریعے ملک العلما مولانا ظفرالدین قادری رضوی کی زندگی کے ایک ایک گوشے کو منور کردیا گیا ہے۔'' (روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی یکم جنوری ۲۰۱۰ء جمعہ)

بظاہر یہ ایک جہان ہے، لیکن اس میں کئی جہان سمٹے ہوئے ہیں۔ جہانِ ملک العلما کی طوالت وضخامت بھی بہترین ہے۔ اس کا کاغذ، کمپوزنگ، تزئین کاری، درگاہوں کی تصاویر بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اردو ٹائمز تحریر کرتا ہے: ''بارہ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب اپنی ضخامت کے ساتھ ساتھ کتابت وطباعت کا ایک خوب صورت اور جاں فزا مرقع بھی ہے۔ جو نہ صرف قابل مطالعہ ہے، بلکہ اسے تمام کتب خانوں میں محفوظ رکھنے کی پرزور سفارش بھی کی جاسکتی ہے۔'' (روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی یکم جنوری ۲۰۱۰ء جمعہ)

خلاصہ یہ کہ جہان ملک العلما یقیناً ایک جہان ہے اور ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اس میں ملک العلماء کی زندگی کے تمام تر گوشوں پر چیدہ چیدہ مضامین کو اکٹھا کیا گیا ہے، جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے حضور سراج ملت وشہزادۂ سراج ملت حضرت ہاشمی میاں اور ان کی ٹیم ومرتب صاحب کو روز فزوں ترقی عطا فرمائے اور یوں ہی خدمت دین کی توفیق دے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

☆☆☆☆

محمد نور العین
متعلم دارالعلوم مخدومیہ جوگیشوری

صلح کلیت دورِ حاضر کا عظیم فتنہ

واذالقوا الذین امنوا قالوا امنا واذا خلوا الیٰ شیطینھم قالو انامعکم انما نحن مستھزؤن۔ترجمہ: اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم تم پر ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں، ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو یونہی ہنسی کرتے ہیں۔

آج حق کا اعلان واظہار سنگین مسئلہ بنتا جارہا ہے صلح کلیت بڑی تیزی کے ساتھ اپنے بال و پر پھیلا رہی ہے، بڑے بڑے ادارے اور خانقاہیں اس کا شکار ہورہی ہیں۔ اور اس کے منفی اثرات عوام پہ پڑے ہیں اس لئے بروقت ایک مضبوط دفاعی پلیٹ فارم نہ تیار کیا گیا تو حالات کنٹرول سے باہر ہوجائیں گے۔

ہر وہ علم وعمل کا پیکر جسے خدائے کریم نے نبی اکرم ﷺ کے طفیل دین وسنیت کی فہم عطا فرمائی ہے، وہ بخوبی واقف ہے کہ کیسے کیسے فتنے پیدا ہورہے ہیں، جن کا نشانہ خاص طور پر اہلسنّت وجماعت یعنی مذاہب اربعہ ہیں تاکہ جو ہدایت کے منار ہم کو اکابر واسلاف اہل سنت نے پوری قربانیوں سے عطا فرمائے ہیں۔ اور ملت صدیوں سے جن کی حفاظت جان سے زیادہ عزیز سمجھتی رہی ہے، ان طیب وطاہر عقائد وافکار سے امت ناجیہ گروہ اہلسنّت وجماعت ہاتھ دھوکر صلح کلیت کے علم برداروں کے ہتھے چڑھ جائے اور وہ ان کو اکابر سے کاٹ کر شیطان کے چنگل میں پھنسا کے تباہ کردیں اب آیئے اس موضوع پر اپنی بساط کے مطابق قرآن کی روشنی میں کچھ لکھنے کی کوشش کررہا ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو صلح کلیت سے محفوظ فرمائے۔

آیئے سب سے پہلے یہ جان لیں کہ صلح کلی کسے کہتے ہیں، اس کی تعریف کیا ہے۔ اس کا وجود کب سے ہے، اور اس کے نقصانات کیا کیا ہیں۔

صلح کلی کی تعریف؛ کفر وضلالت، گمراہی، اور نفاق کو اپنا دوست بنالنے کا نام ہے۔ صلح کلیت دوطرح ہوتی ہے، ایک عمل کی دوسرا عقیدہ کی جو عقیدہ کی صلح کلیت ہے اسی کو نفاق کہا گیا ہے، اور اس پر عمل کرنے والے کو منافق کہتے ہیں۔ اب رہا یہ سوال صلح کلیت کب سے ہے۔ تو سنئے صلح کلیت کوئی نئی خباثت نہیں ہے بلکہ صلح کلیت اس وقت سے ہے جب سے اسلام آیا، جب سے اسلام ہے تب سے صلح کلیت ہے۔

اس کے نقصانات بہت ہیں، قرآن نے دوطرح کافروں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک کھلا ہوا کافر دوسرا چھپا ہوا کافر کھلے ہوئے کافر کے متعلق میرے محدود مطالعہ میں تین آتیں آئیں ہیں، اور چھپے ہوئے کافر کے لیے قرآن میں تیرہ آئتیں آئیں ہیں، جو نقصانات چھپے ہوئے کافر کے ہیں وہی نقصانات صلح کلیت کے ہیں۔

چھپے ہوئے کافر کے لئے اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا دور خلفائے راشدین ودور صحابہ میں جب فتنوں نے جنم لینا شروع کردیا تھا جیسے کہ معانعین زکوۃ کا فتنہ خارجیوں کا فتنہ رافضیوں کا فتنہ جیسے ہی ان فتنوں نے سر اٹھایا ویسے ہی اللہ کے برگزیدہ مخلص بندوں نے ان کا سر کچل کر رکھ دیا ان کے سارے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملادیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: واذالقوا الذین امنوا قالوا امنا واذا خلوا الیٰ شیطینھم قالو انامعکم انما نحن مستھزؤن۔ اس آیت کریمہ میں جو لفظ شیاطین آیا ہے، تو تفسیر خازن وبیضاوی میں ہے کہ شیاطین سے کفار کے وہ سردار مراد ہیں جو اسلام دشمنی میں مصروف رہتے ہیں یہ منافق جب ان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں سے ان کا ملنا محض براہ فریب واستہزا ہے، اور وہ اس لئے کہ ان کے راز معلوم ہوں اور ان میں فساد کے مواقع ملیں۔

آیت میں دوسرا لفظ مستھزؤن آیا ہے۔ یعنی اظہار ایمان تمسخر کے طور پر کیا یہ اسلام کا انکار ہوا اور شریعت کا قانون یہ ہے، کہ انبیا علیہ السلام اور دین کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کفر ہے۔ شان نزول: اس آیت کریمہ کا شان نزول سنئے۔

یہ آیت کریمہ عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی

ایک روز انہوں نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو آتے دیکھا تو ابن ابی نے اپنے یاروں سے کہا دیکھو تو میں ان کو کیسا بے وقوف بناتا ہوں، جب وہ حضرات قریب پہنچے تو ابن ابی نے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر آپ کی تعریف کی پھر حضرت عمر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعریف کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابن ابی خدا سے ڈر نفاق سے باز آ کیونکہ منافقین بدترین خلق ہے۔ اس پر کہنے لگا کہ یہ باتیں ڈر اور نفاق سے نہیں کی گئیں بخدا ہم آپ کی طرح مومن صادق ہیں۔ جب یہ حضرات تشریف لے گئے تو اپنے یاروں میں اپنی چال بازی پر فخر کرنے لگا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ صلح کلیت اسی نفاق کی ایک کڑی ہے۔ جب انسان صلح کلی بن جاتا ہے، تو اچھائی برائی کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ جب کبھی کسی بدمذہب کی برائی کرو یا ان سے علیحدگی کی بات کرو یا ان کے برے عقیدے کو بتاؤ تو یہ صلح کلی ماننے کو تیار نہیں ہوتے، بلکہ ان کے ظاہری اعمال کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخر کیا خرابی ہے۔ روزہ نماز کے پابند ہوتے ہیں، ہر وقت اللہ اللہ کرتے ہیں، حضور علیہ السلام کا نام پاک تو بار بار زبان پر لاتے ہیں، آپ ان کو برا کہتے ہیں، یہ سب مولوی حضرات کے آپسی جھگڑے ہیں۔ ہمیں ان جھگڑوں میں پڑنا نہیں ہے، بس یہ کہتے کہتے ایک دن وہ آتا ہے کہ یہ میٹھا سنّی بدترین گستاخ رسول بن جاتا ہے۔ اور اپنے عقیدہ اور ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، یہ فتنہ صلح کلیت آج کے دور میں ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤں، ہر گلی، میں پھیل چکا ہے، اب آیئے صلح کلیت کا مکروہ چہرہ حدیث پاک کی روشنی میں دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ اس کے نقصانات کس قدر خطرناک ہیں۔ ابن ماجہ شریف راوی حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ فرماتے ہیں: **لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی فنهاهم علماء هم فله ينهو يجالسوهما فی مجالسهما واكلوهما وشاربوهما فضرب الله قلوب بعضهما ببعض ولعنهما على لسان داود وعيسى بن مريما ذالک بما عصو وكانوا يعتدون.** ۔ جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علما نے انہیں منع کیا وہ باز نہ آئے تو یہ علما ان کے جلسوں میں شریک ہونے لگے اور ان کے ساتھ ہم نوالہ ہم پیالہ رہے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک دوسرے پر مار دیئے یعنی پاس بیٹھنے سے بدکاری کا اثر ان عالموں کے دلوں پر بھی دوڑ گیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبانی ان پر لعنت فرمائی یہ بدلہ تھا ان نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا علماء ومشائخ کو تنبیہ فرمائی جارہی ہے۔ دیکھئے باوجود علماء منع کرتے تھے۔ لیکن جب وہ باز نہ آئے تو یہ علما ان کے پاس بیٹھنے لگے شاید یوں انہیں ہدایت ہو مگر ہوا یہ کہ قوم کی ہدایت کے بجائے انہوں نے اپنے آپ کو ہلاک کرلیا اس حدیث شریف نے ان پالیسی باز مولویوں کا بھی رد کردیا جو کہتے ہیں کہ بد مذہب سے الفت اور میل جول کر کے ان کو ہدایت کرنا چاہئے ان مجمعوں میں جلسوں میں رکن ومنبر بن کر اور شریک ہو کر بتانا چاہئے حدیث نے صاف بتایا کہ بروں کی صحبت کا اثر کیا ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، **والدی نفسی بيدی ليخرجن من امتی من قبور هما فی صورة القردة والخنازير بمدهتهما فی المعاصی وكفهما عن النهی وهما لتسطيحون** ۔ (بحوالہ کنزل العمال ج ۱ ص ۱۴۹) یعنی خدا کی قسم ضرور کچھ لوگ میری امت کے اپنی قبروں سے بندروں سوروں کی صورت نکلیں گے گناہوں میں پالیسی بازی کرنے مداہنت برتنے اور نہی عن المعاصی سے چپ رہنے کے سبب باوجود یکہ وہ حق بات کہنے اور بری بات سے منع کرنے کی طاقت رکھتے تھے علماء ومشائخ کو خاص طور پر تنبیہ فرمائی جارہی ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء ومشائخ تو خود شریعت کے نافرمانی نہیں کرتے تھے بلکہ نافرمانئ شریعت کرنے والوں کے ساتھ مخالطت مجالست ومواکلت ومشاربت ہی کرنے کے سبب بندر اور سور بنا دیئے گئے، اس امت کو سبز گنبد کے مکیں عرش اعظم کے مسند نشیں مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے طفیل دنیا میں مسخ صورت کے عام عذاب سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ لیکن اس امت کے علماء ومشائخ اگر اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کے مخالفوں پر شرعی ردوطرد سے خاموشی برتیں گے۔ تو قیامت کے دن اپنی اپنی قبروں سے بندر اور سور بنا کر اٹھائے جائیں گے، اسی مضمون پر علامہ رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی شریف میں یوں فرماتے ہیں ؎

اندریں امت نشد مسخ بدن
ولیک مسخ دل بود اے بوالفتن

یعنی امت میں جسموں کا مسخ تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے طفیل عام طور پر نہ ہوگا لیکن احقاق حق وابطال باطل سے خاموش رہنے والوں کے دلوں کو بندروں سوروں کے قلوب کے مثل بنادیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مسلمانوں یادرکھواسی سکوت وسستی وسکوت عن الحق اور پلپلے پن کی وجہ سے آبادیاں برباد کردی جاتی ہیں۔ بستیاں اجاڑ دی جاتی ہیں، کہ ان میں کچھ اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں وہ بھی برباد کردیئے جاتے ہیں۔امام احمد نے ابن عدی اور حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم سے اور طبرانی کبیر اور بزاز نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہما سے فرماتے ہیں: ان اخوف ما خاف علی امتی کل منافق علیھما اللسان ۔یعنی مجھے اپنی اُمت پر سب سے زیادہ اندیشہ ہر اس شخص کا ہے، جو دل کا منافق اور زبان کا منافق ہو آؤ دیکھو جو کسی بد مذہب کو اس کی بدمذہبی کی وجہ سے دشمن جان کر اس سے نفرت کرے گا۔اسے سخت وست کہے گا اس کا کوئی پاس لحاظ نہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے کیسے کیسے انعامات سے نوازے گا حدیث شریف میں ہے. عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال من اعرض عن صاحب بدعة بغضاله ماالله قلبه امنا وایمانا ومن انتھر صاحب بدعة امنه الله تعالیٰ یوم الفزع الکبیر ومن اھان صاحب بدعة رفعه الله فی الجنة مائة درجة ومن سلما علی صاحب بدعة اولقیه باالبشر یٰ او استقبله بمالیسره فقد استخف بما انزل علی محمد ۔ یعنی جو کسی بد مذہب کو اس کی بدمذہبی کی وجہ سے دشمن جان کر اس سے منھ پھیرے اللہ تعالیٰ اس کا دل امان اور ایمان سے بھر دیگا اور جو کسی بد مذہب کو جھڑکے اللہ تعالیٰ اسے اس بڑی گھبراہٹ کے دن امان دے گا اور جو کسی بد مذہب کی تذلیل کرے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے سو(۱۰۰) درجے بلند فرمائے گا اور جو کسی بد مذہب کو سلام کرے یا اس سے خوشی کے ساتھ ملے یا اس کے سامنے ایسی بات کرے جس سے اس کا دل خوش ہو اور اہس جانب وہ چیز جو اتاری گئی محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر ،بد مذہب اور بد دین سے دور ونفور رہنے پر کیا کیا خدا کی رحمتیں ہیں اور بد مذہبوں اور صلح کلیوں سے یارانہ گانٹھتے بھائی چارہ رچانے والوں پر کیا کیا وعیدیں ہیں ۔مسلمانوں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں اپنے گردوپیش کا جائزہ لیجئے ممبئی شہر میں آپ رہتے ہیں، کتنی ایسی مسجدیں ہیں ۔جو سنیوں کے قبضے میں تھیں بعد میں ٹرسٹیوں کے پلپلے پن اور صلح کلیت کی وجہ سے وہابیوں کے قبضے میں چلی گئیں ۔باندرہ کی جامع مسجد زندہ مثال ہے۔اس طرح سے پورے ہندوستان میں ساری مسجدیں سنیوں ہی کی تھیں لیکن سنیوں کے تساہلی نماز سے دوری مسجدوں سے دوری نے انہیں سنیت وصحیح عقیدے سے دور کردیا اور آہستہ آہستہ بہت سی مساجد پر صلح کلیوں کا قبضہ ہوگیا۔اسی طرح دوسری مسجد ملاڈ درگاہ کی ہے۔جو صلح کلیت کے نتیجہ میں ۔سنیوں کے ہاتھ سے چلی گئی مسلمانوں آپ دیکھ رہے ہیں ۔کہ صلح کلیت کتنی تیزی سے پھیل رہی ہے، اللہ تعالیٰ ہم غرباء اہلِ سنت پر کرم فرمائے تادم حیات سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت ودین حنیف پر قائم فرمائے اور بد مذہبوں گستاخوں اور صلح کلیوں سے دور فرمائے۔امین۔

خلاصہ

بد مذہب گمراہ صلح کلی مولوی لیڈر لیکچرار قائد سے بہت دور رہنا چاہیے اور مسلمانوں کو ان سے دور رکھ کر ہی کامیابی وفلاح حاصل ہوسکتی ہے۔اگر کوئی سنّی مسلمان بد دین گستاخ سے ترش روئی سے ملتا ہے۔یا سختی کرتا ہے۔تو ہمارا ہی بھائی جو کہ سنّی کہلاتا ہے۔ہمیں نصیحت کرتا ہے، کہ بھائی بداخلاقی سے پیش نہیں آنا چاہیے، خندہ پیشانی سے ملنا چاہیے۔ آج سنّی لوگوں کے اندر یہی تو خرابی ہے، کہ پیار سے مسکرا کر نہیں ملتے اسے دیکھیں حضور ﷺ نے ایسے لوگوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار فرمایا ہے۔اور ایسے بد دینوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ابن عساکر کی روایت ہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں ۔کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بد دین وبد مذہب کو دیکھو تو اس کے روبرو اس سے ترش روئی کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا ہے۔ان میں سے کوئی پل صراط پر گزر نہ پائے گا۔بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑے گا جیسے ٹڈیاں اور مکھیاں گرتی ہیں۔اللہ تعالی ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے۔آمین

☆☆☆☆

محمد شعیب رضا سراجی
متعلم دارالعلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی

صلح کلیت: ایک مہلک وبا

اسلام کی پہلے تاریخ پڑھیے تو معلوم ہوگا، اس وقت یہودی بھی تھے ،نصرانی بھی اور مشرکین مکہ بھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بزرگی اور برتری کے قائل ہونے کے ساتھ ہی اس بات کا دعویٰ کرتے تھے کہ، وہ ہمارے ہم مذہب تھے۔لہذا اس کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے:**ما کان ابراھیم یھودیا ولانصرانیاولکن کان حنیفا مسلما وماکا من المشرکین** ۔(سورہ آل عمران)

یعنی حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی بلکہ وہ مشرکین کے برخلاف مسلمان تھے۔اور پھر یہود ونصاریٰ سے امتیاز کے لئے دین ابراہیمی پر عمل کرنے والوں کو قرآن حکیم نے مسلمان قرار دیا۔چناچہ قرآن مقدس میں ہے۔**ملۃ ابیکم ابراھیم وھو سمکم**

ترجمہ: تمہارے باپ ابراہیم کا دین ، اللہ تعالی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔صدرالا فاضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔کہ یہ دین محمدی میں داخل ہے (خزائن) اور جب پھر سے لوگوں میں گمراہی آئی اور جاہلوں کا دور شروع ہوا نیز دین ابراہیمی اپنی اصلی صورت میں نہ رہا، تو حضور ﷺ جلوہ گر ہوئے اور کفر شرک کی سرکوبی کرتے ہوئے پھر سے اسلام کو سربلند کیا، اس کے اندر جو افراط وتفریط تھے، سب کو ختم کیا اور اسلام کی حقیقی ونورانی تعلیمات کے ذریعے مردہ دلوں میں نئی روح پھونک کر انسانی انقلاب پیدا کردیا۔

لہٰذا اس وقت یہی اسلام ''دین محمدی'' سے مشہور ہوا، جو یہود و نصاریٰ اور کفار ومشرکین سے امتیاز کا سبب بن گیا۔

بعینہ تیرہویں صدی ہجری میں ایک ایسا عظیم فتنہ برپا کیا گیا کہ ایمان وایقان کے محلات ہل گئے ، حالانکہ علماء حق نے وقتاً فوقتاً اس شر انگیز فتنہ کو ہر ممکن طور سے دبانے کی کوشش کی اور ہمہ دم اس کی سرکوبی میں لگے بھی رہے، مگر چودہویں صدی ہجری میں جب اس کی جڑیں حد سے بڑھنے لگیں تو امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری نے (۱۸۵۶ء) مومنانہ شان وشوکت کے ساتھ میدان عمل میں قدم رکھا ، اور ان بد عقیدوں کی خوب خوب خبر لی ،اور ان کے اصلی چہروں کو عوام کے سامنے کردیا ، جو کبھی حنفی بن کر تو کبھی قادری چشتی بن کر سیدھے سادے مسلمانوں کو بہکا رہے تھے، اور شان الوہیت ونبوت کے خلاف زہر افشانی کررہے تھے۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ جس دور میں بھی اہل حق کے سامنے باطل پرستوں نے سر ابھارا ہے اور سرکشی کا مظاہرہ کیا ان کا سر کچل دیا گیا۔قرآنِ پاک کا زبردست اعلان ہے۔کہ حق ہمیشہ ہمیشہ فتح وکامرانی کے ساتھ بلند رہے گا۔اور باطل کی قسمت میں ذلت ورسائی اور شکست و ناکامی کے سوا کچھ نہیں۔

یوں تو اسلام وسنیت کو نقصان پہنچانے والے اور اللہ ورسول جل جلالہ وﷺ سے دور کرنے والی ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں جماعتیں دین و مذہب کے نام پر جنم لیں چکی ہیں۔مگر اس میں سب سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن جماعت وہابیوں ، دیوبندیوں کی ہے ،مگر ان سے بھی زیادہ خطرناک یہ صلح کلی تحریک ہے۔

صلح کلیت: صلح کلی کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں، جو بد مذہبوں بے دینوں پر ردوطرد سے اپنی ناراضگی ظاہر نہ کرے اور کہے کہ ہم اپنی قبر میں جائیں گے اور وہ اپنی قبر میں جائیں گے۔وہ بھی حق پر ہیں ہم بھی حق پر ہیں، ہمیں صرف اپنے اعمال کی فکر کرنی چاہیے۔ہمیں کیا ضرورت ہے، کہ خواہ مخواہ بد مذہب بے دینوں کا رد کرکے دنیا میں برے بنیں۔اور کہتے ہیں کہ جتنی دیر ہم ان کا رد کرے گے ان کو برا بھلا کہے گے ان کو گالیاں دیں گے اتنی دیر ہم درود شریف پڑھیں تو ثواب ملے گا اور کوئی ہمیں بری نظر سے بھی نہیں دیکھے گا۔یہ خیال اشد بد مذہبوں کے ہیں۔

اگر اسی کا نام اسلام یا حق ہے تو اللہ تعالیٰ نے کافروں مرتدوں اور

منافقوں پر شدت وغلظت کی تعلیم قرآن عظیم میں کیوں دی، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔یاایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم (پارہ ۱۰ سورہ توبہ)

ترجمہ: یعنی اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔یاایھاالذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدو افیکم غلظۃ: ترجمہ: یعنی اے ایمان والو جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔ عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلیٰ اللہ تیعالیٰ علیہ وسلم قال من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان (ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کوئی بات خلاف شرع دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے بھی منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزار ایمان ہے۔ (مسلم شریف) اللہ تعالی قرآن مجید میں فرمارہا ہے کہ چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں، اسی طرح حدیث رسول ﷺ سے اندازہ ہوا کہ اگر کوئی کسی مسلمان کے اندر خرابی دیکھے تو اسے اس برائی سے روکے منع کرے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے ظاہر ہے۔

ان صلح کلیوں کو یہ نہیں معلوم کہ ہر شخص اگر چہ اپنی قبر میں جائے گا لیکن باوجود قدرت واستطاعت اگر کوئی شخص بد مذہبوں، بے دینوں کی قصداً ردوابطال نہیں کرے گا اور امت مصطفویہ علیٰ صاحبھا وآلہ الصلوۃ التحیہ کو ان کے کفریات وضلالت میں مبتلا ہوتے دیکھ کر بھی ساکت وخاموش رہے گا۔تو خود اس کی قبر بھی واحد قہار کی لعنتوں سے بھر دی جائے گی، یہ ان بد مذہبوں کی قبر میں تو نہ جائے گا لیکن خود اس کی قبر میں وہی عذابات وعقوبات ہوں گے جو ان بد مذہبوں کے لئے ہیں، کہ اس نے اپنے سکوت اور اپنی مداہنت سے ان بد مذہبوں بے دینوں کی اشاعت کفر وضلال میں مدد پہنچائی۔

صلح کلی واعظوں کے کہنے کے مطابق سنت نبویہ یہ ٹھری کہ اپنے کسی دشمن کو بھی ہرگز برا نہ کہیں۔لیکن قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے سنتِ الٰہیہ یہ بتائی ہے، کہ حضور اقدس ﷺ کے دشمن کی مذمت اس کی برائی کرنے سے ہرگز خاموش نہ رہا جائے۔

تو اب واعظوں مولویوں پر لازم ہوا کہ جو کسی دنیوی مخالفت یا ذاتی مخاصمت کی بنا پر خود ان کے دشمن ہوں ان کو بھی برا ہرگز نہ کہیں، لیکن جب ان خبیثوں کو حضور اکرم ﷺ کا دشمن پائیں، تو ان کی برائیاں بیان کرنے سے حتی الوسع دریغ نہ کریں۔

حق کے ان دشمنوں اور باطل کے ان دوستوں کو کون سمجھائے کہ یہ کہنا کہ کافر کو کافر مت کہو شاید وہ کبھی مسلمان ہو جائے شرعاً ایسا بدیہی البطلان ہے، جس کا بطلان ہر مسلمان پر واضح اور عیاں ہے، کافر کو بحکم شرع اسی وقت تک کافر کہا جائے گا، جب تک وہ کافر ہے۔اور جب بتوفیق اللہ تعالیٰ وہ مسلمان ہو جائے گا اس وقت اس کو مسلمان ہی کہا جائے گا۔مسلمان کو اسی وقت تک مسلمان کہیں گے جب تک وہ مسلمان ہے۔اور جس وقت کوئی مسلمان معاذ اللہ کافر مرتد ہو جائے اس وقت اس کو ضرور مرتد کہیں گے۔

ان صلح کلی واعظوں کے اس قول کا مطلب تو یہ ٹھرا کہ ہر مسلمان کو مسلمان مت کہو شاید کبھی وہ معاذ اللہ کافر ہو جائے شربت انگور کو شربت انگور مت کہو شاید کبھی سڑ کر شراب بن جائے شراب کو شراب نہ کہو شاید کسی وقت سرکہ ہو جائے حتیٰ کہ بیوی کو بیوی نہ کہو شاید کسی وقت طلاق دے بیٹھو اور وہ تمہارے لیے اجنبیہ ہو جائے (لا حول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم)

اس خبیث صلح کلی کے کچھ وہ افراد ہیں جو مسلمانوں کے پیر بنے ہوئے ہیں قوم اور ملت اسلامیہ کے رہنما بنے ہوئے ہیں، جو مکاری وعیاری کی جال میں پھنسا کر لوگوں کے ایمان کو کھوکھلا کرنے میں رات ودن مصروف ہیں۔اور وہ اپنی مسند مشیخیت پر بیٹھ خرقۂ مکر پہنے ہوئے ہیں۔زور وفریب کے موٹے موٹے دانوں کی تسبیح کھٹا کھٹ اس طرح بھولے بھالے مسلمانوں کو پھسلاتے ہیں۔کہ میاں یہ تو مولویوں کے جھگڑے ہیں، کہ فلاں کافر فلاں بد مذہب فلاں گمراہ ہے، ہم تو پیر فقیر لوگ ہیں۔ہم کو اللہ اللہ کرنے سے فرصت کہاں کہ ان جھگڑوں میں

پڑیں پیر فقیر ہمیشہ ایسے جھگڑوں سے علیحدہ ہی رہتے ہیں۔ اور ان میں کے بعض جو مکارانہ تواضع اور فریب کارانہ انکسار کے لباس سے آراستہ ہوتے ہیں۔ وہ یوں کہتے ہیں کہ: اجی! ہم تو فقیر ہیں ہم تو اپنے آپ ہی کو سب سے برا سمجھتے ہیں۔ پھر ہم کیوں کسی کو برا کہیں۔

لیکن ان نادانوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر اصول دین میں کسی بھی طریقے سے مصالحت جائز ہوتی تو سب سے پہلے مصالحت کرنے والے ہم سب کے جانِ ایمان ﷺ ہوتے۔

تاریخ کی کتابوں میں ایک واقعہ منقول ہوہے، تقریباً دس ہجری کا واقعہ ہے، کہ جب مسیلمہ بن حبیب (مسیلمہ بن کذاب) بارگاہِ رسول ﷺ میں پانچ سولوگوں کا وفد لے کے حاضر ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے اے محمد (ﷺ) ہم تمہارے دین کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر ایک شرط ہے وہ یہ کہ تم اپنی جانشینی اپنے بعد مجھے سونپ دو، ہمارا عقیدہ ہے، کہ رسول ﷺ غیب جانتے تھے جس طرح وہ غیب کی خبر رکھتے تھے اسی طرح وہ غیب کا مشاہدہ بھی فرماتے تھے۔ سرکار دوعالم ﷺ کو معلوم تھا کہ مسیلمہ کا مستقبل اسلام میں کیا کیا گل کھلائے گا۔ اس وقت رسول وقار ﷺ کے دستِ اقدس میں کھجور کی ٹہنی ہوتی ہے، اور جواباً ارشاد فرماتے ہیں، کہ اے مسیلمہ! تو خلافت کی بات کرتا ہے قسم ہے اس خدا کی اگر تو میرے ہاتھ کی ٹہنی پوچھا ہوتا تو میں یہ ٹہنی تک نہ دیتا۔ (ماہنامہ سنی آواز، ناگپور)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ کا فرمان ہے، کہ اپنے معاملے میں چشم پوشی کرنا اور جو باتیں شرعاً ناجائز و ناپسند ہیں، ان کو دیکھتے سنتے ہوئے بھی تعصب نہ کرنا اور اپنے دین کے معاملے کو اہمیت نہ دینا اور دین و شریعت کا جو حق واجب ہے، اس سے درگزر کرنا یہی مداہنت ہے۔ اور خود قرآن پاک فرما چکا کہ جب دیکھو کہ ہماری آیتوں سے کفر کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے، تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو، اگر تم ان کی صحبت سے علیحدہ اور بے زار نہ ہوئے اور ہماری آیتوں کی توہین تحقیر سن کر وہاں سے اٹھ کر چلے آنے کی قدرت واستطاعت رکھتے ہوئے بھی وہیں بیٹھے رہے تو تم بھی ان ہی کی طرح کافر ہو۔

ایسے ہی دین فروش و دنیا خور لوگوں کے متعلق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اپنے مکتوبات شریف جلد اول کے مکتوب ۳۳ء میں صفحہ ۴۷ء پر فرماتے ہیں، علمائے کہ بایں بلا مبتلا اند و محبت ایں دنیا گرفتار از علمائے دنیا اند، ایشانند علمائے سو و شرار مردم و نصوص دین وحال آنکہ ایشاں خود را مقتدائے دین میدانند و بہترین، خلائق می انکارند ویحسبون انهم علی شئی الا انهم الکذبون، استحوز علیهم الشیطٰن فاسٰهم ذکر الله اولئک حذب الشیطٰن الا ان حذب الشیطٰن هم الخٰسرون ۔عزیز شیطان لعین رادید کہ فارغ نشستہ است واز تضلیل واغواخاطر جمع ساختہ آں عزیز سر آن را پر سید لعین گفت کہ علمائے سوء ایں وقت دریں کار با من مدد عظیم کردند و مرا ازیں فہم فارغ ساختند والحق دریں زمان پرستی وید آئینی کہ در امور شرعیہ واقع شدہ و ہر فتورے کہ در ترویج ملت و دین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومی علمائے سوء است و فساد نیت ایشاں۔

یعنی جو علماء دنیوی عزت اور سرداری کی محبت اور مال اور سربلندی کی خواہش میں مبتلا ہیں۔ اور اس کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں۔ (وہ علمائے دین نہیں بلکہ) علماء دنیا ہیں۔ وہی ملا تمام انسانوں میں سب سے بدتر اور دین کے چور ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو دین کا پیشوا اور تمام مخلوقات میں سب سے بہتر سمجھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ کیا۔ سنتے ہو؟ بیشک وہی جھوٹے ہیں ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی اور وہ شیطان کے گروہ ہیں، سنتا ہے؟ بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔ میرے ایک دوست نے شیطان ملعون کو دیکھا کہ بیکار بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے کی طرف سے بے فکر ہو گیا میرے اس دوست نے اس کا راز پوچھا۔ ملعون بولا کہ اس وقت کہ برے ملاؤں نے اس کام میں میری بہت بڑی مدد کی ہے، اور مجھ کو اس کام سے انہوں نے فارغ کر دیا ہے۔ اور حق بھی یہ ہے کہ اس زمانے میں شریعت کی باتوں کے اندر جو کچھ کمزوریاں اور خرابیاں واقع ہوئی ہیں، اور سنیت و اسلام کی اشاعت میں جو کچھ فتور پڑ گئے ہیں۔ سب انہیں دین فروش و دنیا خود مولویوں ہی کی نحوست اور ان ہی کی خرابی نیت کے سبب سے ہے۔ کار شیطان پر عمل کرتے ہوئے آج یہ صلح کلی عامۃ الناس کو مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف بہکا رہے ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت

کیخلاف بغاوتیں کرتے ہیں۔

آج یہ صلح کلی تحریکیں اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے لوگوں کو اپنے قریب کرتی ہیں، پھر اسے طرح طرح کی باتیں بتا کر صلح کلی بنا دیتی ہیں ۔کوئی کہتا ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت یہ نیا مسلک ہے، اصل میں اپنے آپ کو مسلک امام اعظم بولنا چاہیے، لیکن یہ لوگ اس طرح سے باتیں کیوں کرتے ہیں۔

یا تو مسلک اعلیٰ حضرت سے تعصب کی بنیاد پر ایسا کہتے ہیں، یا تو مسلک اعلیٰ حضرت سے بغض وعناد کی بنیاد پر کہتے ہیں، یا تو اپنی دوکان چمکانے کے لئے ایسا کہتے ہیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا یا پانچواں مسلک نہیں مسلک اعلیٰ حضرت یہ وہی مسلک ہے جو مسلک اہل سنت ہے۔ اعلیٰ حضرت نے دنیا والوں کے سامنے اپنی بات پیش نہیں کی بلکہ دنیا والوں کے سامنے وہی بات پیش کی جو معیار ایمان ہے، جو قرآن وحدیث کے موافق ہے، جو کوئی نیا مسلک کہتا ہے، وہ مسلک اعلیٰ حضرت میں کوئی ایسی بات دکھادے جو قرآن وحدیث سے متصادم ہو میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ کوئی ایسی بات مسلک اعلیٰ حضرت میں نہیں جو شریعت مطہرہ کے متصادم وضد ہو بلکہ یہ وہی مسلک ہے جو امام اعظم کا مسلک تھا، اور یہ وہی مسلک ہے جو امام حسین کا مسلک تھا، یہ وہی مسلک ہے جو خلفائے راشدین کا مسلک تھا، آخیر میں یہی کہوں گا کہ دین حق اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ جس کی ترجمانی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمائی، اور جسے اس وقت مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے، وہی اھدنا الصراط المستقیم پر چلنے والے کا مسلک ہے، لہٰذا مسلمانوں سے پر خلوص اپیل ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے گامزن رہیں، گندم نما جو فروشوں سے ہمیشہ دور رہ کر اپنے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کرتے رہیں، اور کسی حال میں مسلک اعلیٰ سے انحراف نہ کریں یقیں جانیں یہی مسلک اعلیٰ حضرت رضائے الٰہی کا ذریعہ اور اخروی نجات کا سبب ہے۔

کہلا کے سنّی مسلکِ احمد رضا سے آج
انکار کرنا کس قدر حیرت کی بات ہے

☆☆☆☆

بقیہ: حضور ملک العلما اور اُن کی تصانیف

بالآخر قدرت نے فاضل بہاری کو علمائے امت کی دیرینہ آرزو پوری کرنے کے لئے منتخب کیا۔ اور حضرت ملک العلما کے دل میں یہ جذبہ بیدار ہوا کہ میں خود ایک ایسی کتاب مرتب کردوں، جس میں صرف مذہب حنفی کی مؤید احادیث ذکر کی جائیں۔ تو آپ یہ کام کرنے میں مشغول ہوگئے۔ یہاں تک کہ آپ نے احادیث کا سارا ممکن الحصول سرمایہ کو اکٹھا کئے اور اس کا نام ''الجامع الرضوی المعروف بصحیح البھاری'' رکھا۔ جو چھ جلدوں میں فقہ حنفی کے مؤید احادیث پر مشتمل ہے اور ہر جلد ہزاروں احادیث کا اوسط لیے ہوئے ہے۔ آپ کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین اس تصنیف کے بارے میں رقم طراز ہیں:

حضرت ملک العلما فاضلِ بہار نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا جو مؤید مسلکِ اہلسنّت واحناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ ومصدر انہوں نے وہ تمام روایات جمع کیں، جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو، جس کی سند واشتہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔ حیاتِ ملک العلما، ص ۳۸/۔

(۲) الافادۃ الرضویہ ۱۳۴۴ھ۔ اس رسالہ میں فاضل مؤلف نے فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے اصول حدیث سے متعلق نہایت قیمتی باتیں جمع کی ہیں جو حدیث کے پڑھنے، پڑھانے اور علمی ذوق رکھنے والوں کے لئے مفید ہے۔ (۳) نزول السکینہ باسانید الاجازات المتینہ ۱۳۳۲ھ۔

☆☆☆☆

خطبۂ استقبالیہ

نوٹ: یہ وہ خطبۂ استقبالیہ ہے جو ''جہانِ ملک العلما'' کے تاریخ ساز رسمِ اجرا کے موقع پر صاحبزادہ سید منہاج رضا ہاشمی رضوی نے پڑھا۔

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

صدر محترم، مہمانان خصوصی وحاضرین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

حضرات گرامی! یہ ''جہان ملک العلما'' کی رسم رونمائی کا پر بہار موقع ہے۔آج کے یہ لمحات شاندار بھی ہیں اور یادگار بھی۔ کیوں کہ اس پرمسرت تقریب میں ملک کے طول وعرض سے باوقار مشائخ وسادات اور علمائے کرام ودانشوران قوم وملت تشریف فرما ہیں۔جن کی نورانی و عرفانی شرکت نے اس تقریب کو خالص علمی وروحانی بنادیا۔زبان ودہن کی مکمل طہارت کے ساتھ بطور خاص میں نام نامی اسم گرامی لینا چاہوں گا۔

☆ گل گلزار برکاتیت شہزادۂ سید العلماء آبروئے سنیت پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ سید شاہ آل رسول حسنین نظمی میاں،

☆ وقار خانوادۂ بلگرام حضرت علامہ سید شاہ محمد طاہر میاں، بلگرام شریف

☆ شہزادۂ محدث بریلوی حضرت علامہ محمد حسان رضا خاں صاحب بریلی شریف،

☆ تحقیق وتنقید، شعروادب اور مراسم خانقاہیت کے ممتاز ترجمان پروفیسر ڈاکٹر سید شاہ طلحہ برق رضوی پٹنہ،

یہ وہ اساطین علم وادب ہیں، جن کی شہرت ومقبولیت دور دور تک ہے۔ ان کی موجودگی سے بانیان اجلاس، خصوصیت کے ساتھ خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور سراجِ ملت حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ سید سراج اظہر قادری رضوی نوری مدظلہٗ کو جو خوشی حاصل ہو رہی ہے، وہ یقیناً بیان سے باہر ہے۔اس لئے ہم تمام اراکین اجلاس ،دل کی انتہائی گہرائیوں سے مذکورہ بالا مقتدر شخصیتوں کا پر جوش استقبال کرتے ہیں۔ خوش آمدید کہتے ہیں۔ دل ونگاہ فرش راہ کرتے ہیں۔ساتھ ہی ساتھ ہم دیگر تمام علما ودانشوران کا اِستقبال کرتے ہیں، جو یہاں بہ نفس نفیس شریک ہوکر اس تاریخی اجلاس کی رونق کو دوبالا کر رہے ہیں۔

حضرات گرامی! ''جہان ملک العلماء'' کی ترتیب وطباعت ایک خواب تھا۔جس کو سراج ملت حضرت علامہ سید سراج اظہر نوری رضوی صاحب نے دیکھا تھا۔لیکن خواب تو خواب ہوتا ہے۔جو دیکھتے ہی دیکھتے بکھر جاتا ہے۔مگر یہ حضرت سراج ملت کا خواب تھا۔جس کی خوبصورت تعبیر، بن سنور کر حقیقت کے روپ میں آپ کے سامنے ہے۔ کیوں کہ سراج ملت کا خواب، خواب پریشاں نہیں، خواب خوبان ہوتا ہے، جو بکھرنے سے پہلے سنور جاتا ہے۔ یہ ان کی محنت، خلوص، لگن کا نتیجہ ہے۔ یہ خواب آج پچاس برس سے خواب پریشاں بنا ہوا تھا۔ برسوں سے پورے ملک میں اس پریشاں خوابی کا حل، ڈھونڈا جارہا تھا۔ مگر کہیں حل کی صورت نظر نہیں آئی، جب حضرت سراج ملت اٹھ کھڑے ہوئے، تو وہ صورت مجسم تعبیر کی شکل میں ہماری آپ کی نگاہوں کے بالکل سامنے آگئی۔اس لئے ہم سراج ملت کا بھی گرما گرم استقبال کرتے ہیں اور ان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

حضرات! خلیفہ وشاگرد اعلیٰ حضرت، امام العصر محدث اعظم، ملک العلما حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات اور خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے شاگرد تھے، مرید تھے، خلیفہ تھے، چہیتے تھے، یوں کہئے کہ تیسرے لاڈلے بیٹے تھے۔جس کا اظہار خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے کیا ہے۔امام احمد رضا کے بعد ملک العلما ہی کثیر العلوم، کثیر التصانیف بزرگ تھے۔

ملک العلما ہی امام احمد رضا کے علمی جانشین تھے۔ وارث علوم امام احمد رضا تھے۔ امام احمد رضا کے فکری ترجمان تھے۔ فکر رضا کے پر جوش نقیب تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے پر سوز علمبر دار تھے۔ رضویات کے مؤسس اوّل تھے۔ کیونکہ ملک العلما امام احمد رضا کے پیارے بیٹے تھے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ جان پدر بلکہ از جان بہتر تھے۔ یہ بول یوں ہی نہیں بولے گئے۔ بے وجہ نہیں لکھے گئے۔ کچھ تو تھا، جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا کہ ملک العلما بیان کرتے تھے کہ اعلیٰ حضرت جتنے علوم وفنون جانتے تھے ان تمام کا وارث انہوں نے صرف مجھے بنایا۔ سبقاً سبقاً مجھے پڑھایا۔ لیکن اس بے پناہ چاہت محبت لاڈ پیار کے باوجود ہماری جماعت حضرت ملک العلما قدس سرہٗ کے تعلق سے سرد مہری کا شکار رہی، جماعت پر جمود کا سایہ دراز رہا، بے حسی طاری رہی، یہ بالکل نامناسب بات تھی۔ عجب نہیں کہ اس سے امام احمد رضا کی روح کو تکلیف پہنچتی ہو۔ اعلیٰ حضرت کی حیات میں خاندان کے کسی فرد نے ملک العلماء کو نام لے کر بلایا، تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بالکل لال پیلے سے ہوگئے اور ڈانٹ کر فرمایا، کیا مولانا کہتے شرم آتی ہے؟ یہ تھا انداز محبت اعلیٰ حضرت کا اپنے اس تلمیذو خلیفہ سے۔ وہ ملک العلماء جنہوں نے فقہ حنفی کی تائید میں ساٹھ ہزار احادیث کریمہ کا نایاب ذخیرہ جمع فرمایا۔ جس کا نام آپ نے ''جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری'' رکھا۔ وہ ملک العلماء جنہیں حضور محدث اعظم کچھوچھوی نے اپنے وقت کا امام اعظم ابوحنیفہ کہا۔ حضور ملک العلما ہی نے حیات اعلیٰ حضرت لکھ کر رضویات کی داغ بیل ڈالی اور پہلی بار دنیا کو امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت سے روشناس کرایا۔ بہر کیف دانستہ ہو یا غیر دانستہ حضرت ملک العلماء کی حیات وخدمات سے چشم پوشی کی گئی۔ جس کا اعتراف جماعت کے اہل نظر کو ہے۔ اب اس کی تلافی کا وقت آچکا ہے، جس کی پہلی کڑی ''جہان ملک العلما'' ہے۔

'جہانِ ملک العلما'' جو ۱۲۵۰/سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اہلِ علم کے ساتھ ساتھ عوام کے لئے بے حد مفید ایک علمی تحفہ ہے۔ اس میں تقریباً ڈیڑھ سو معزز شخصیتوں اور ممتاز قلمکاروں کے تحقیقی مقالے شامل ہیں۔ ماہر رضویات امیر القلم حضرت ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب نے جس کو مہینوں کی محنت شاقہ سے تیار کیا ہے۔ درجنوں مضامین کے ساتھ زبردست فکر انگیز مقدمہ لکھا ہے، یہ ۲۸/صفحات پر مشتمل ہے۔ الغرض دیر آید درست آید کے مصداق 'جہان ملک العلما' علوم وفنون کا ایک جہان ہے۔ بلکہ اس میں علوم وادبیات اور مواد ومعلومات کا جہان در جہان آباد ہے۔ یہ 'جہانِ ملک العلما' صرف حضرت ملک العلما کے حالات وافکار پر مشتمل نہیں، بلکہ اس میں رضویات کی نئی نئی دنیا آباد اور نیا نیا چمن آراستہ پیراستہ ہے۔ اس لئے یہ ایک علمی، تحقیقی ہونے کے علاوہ تاریخی دستاویزی ریکارڈ بن گیا ہے۔ الحمدللہ یہ ریکارڈ مرجع کا کام دے گا۔

علما ومشائخ کرام! 'جہان ملک العلما' کی ترتیب وکتابت کے دوران مطالعہ کرنے کا جو موقع ملا اور مقالہ نگاروں کا جو عام تأثر ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ملک العلما اپنے دور کے بڑے عابد وزاہد بزرگ، نکتہ رس مفتی، فقیہ عصر، جلیل القدر محدث، بے بدل مناظر، منفرد ہیئت و توقیت داں اور بے حد ممتاز محقق ومصنف تھے۔ ایک روایت کے مطابق امام العصر حضرت ملک العلماء ایک سو ساٹھ کتابوں کے مصنف تھے۔ ان ہی میں ان کی درسی اور نصابی کتابیں ہیں۔ ان کی سب سے مشہور تصنیف 'الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری' ہے۔ جو قدیم طرز کی چھ جلدوں پر ہے۔ جدید طرز پر ترتیب دی جائے، تو یہ کم از کم پندرہ جلد ہوگی۔ اس عظیم ذخیرۂ احادیث میں فقہی مسائل پوشیدہ ہیں۔ ان کو جمع کر دیا جائے، تو کئی جلدیں بن جائیں گی۔ اس کے علاوہ حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ نے علم صرف میں 'عافیہ' فن نحو میں 'وافیہ' علم منطق میں 'تقریب' فنِ فلسفہ میں 'تہذیب' لکھی ہے۔ مدارس اسلامیہ میں نصاب کی جدید کاری کے تعلق سے مدارس کے ذمہ دار حضرات آج غور وفکر کر رہے ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ حضرت ملک العلما نے اس ضرورت کا احساس اس دور میں ہی کر لیا تھا اور ضرورت کے مطابق کتابیں بھی تیار کر دی تھیں۔ ان میں سے بعض کتابیں چھپ کر اسی دور میں بعض مدارس خصوصاً منظر اسلام بریلی شریف، جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں پڑھائی بھی جاتی تھیں۔ مگر بعد میں نہ معلوم کیوں موقوف ہوگئیں۔

اب جبکہ یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے، کہ ملک العلما کی تمام درسی کتابوں کو شامل درس کیا جائے، تو ضروری ہے کہ جدید فن تدوین کی روشنی میں 'صحیح

البہاری، عافیہ ، وافیہ، تقریب، تہذیب کو از سر نو ایڈٹ کیا جائے۔ چھاپا جائے۔ پھر متفقہ طور پر مذکورہ کتابیں شامل نصاب کر لی جائیں۔ اس کام کے لئے سب سے پہلے مرکز اہلسنّت بریلی کو آگے آنا چاہیے۔ کیونکہ حضرت ملک العلما جن کی بدولت جامعہ منظر اسلام بریلی کا وجود عمل میں آیا۔ تنہا ایک ملک العلما نے منظر اسلام کو زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچادیا۔ ملک العلما بھلے بہار میں پیدا ہوئے، بہار میں رہے۔مگر ان کے جان ودل کا قبلہ ہمیشہ بریلی شریف رہا۔ منظر اسلام بریلی، دارالافتاء بریلی، فتاوائے بریلی، تصانیف بریلی، تحریکات بریلی کی کوئی تاریخ حضور ملک العلما کے بغیر ہرگز مکمل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے چاہیے کہ خانقاہ رضویہ کے صاحب سجادہ حضرت مولانا شاہ سبحان رضا سبحانی میاں، خانوادۂ رضویہ کے سب سے زیادہ بااثر شخصیت تاج الشریعہ فخر الازہر حضرت ازہری میاں مدظلہٗ، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف وغیرہ نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ آگے بڑھیں اور اس تاریخ ساز تحریک کو کامیاب کرگزریں۔

یہ خوش آئند بات ہے ابھی حال ہی میں تاج الشریعہ فخر الازہر ازہری میاں نے اپنے اشاعتی ادارہ **المجمع الرضوی** سے فتاویٰ ملک العلما کو پہلی بار شائع کیا ہے۔ اسی طرح بریلی کے چاروں ادارے تمام علمی روحانی شخصیتیں چاہیں، تو ایک جھٹکے میں مذکورہ کتابیں منظر اسلام، مظہر اسلام، جامعہ نوریہ، جامعۃ الرضا، مرکز الدراسات الاسلامیہ میں داخل نصاب ہوسکتی ہیں۔ جب مرکز کے مرکزی اداروں میں 'صحیح البہاری، عافیہ، وافیہ، تقریب، تہذیب پڑھائی جانے لگیں گی، تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسری درسگاہیں شامل نصاب نہ کریں۔ ہمیں قوی امید ہے کہ، مذکورہ ادارے، مذکورہ بلند علمی مرتبہ شخصیتیں ان معروضات پر ضرور توجہ دیں گی۔ آج ہر قوم، ہر جماعت، اپنا نصاب تعلیم وتربیت رکھتی ہے۔ ہر شعبہ میں خود کفیل ہونا چاہتی ہے۔ جماعت اہلسنّت کو بھی چاہیے، کہ اس نقطۂ نظر سے سوچیں اور آگے بڑھیں۔ ہندوستان میں تو یہ کام، ہندوستانی ادارے کریں۔ پاکستان میں ٹھیک یہی کام، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، جامعہ امجدیہ کراچی، جامعہ رضویہ فیصل آباد، جامعہ سعیدیہ کاظمیہ ملتان اور دیگر مرکزی ادارے کریں۔ ان شاء اللہ العزیز بہت جلد انجمن برکاتِ رضا ممبئی حضور سراجِ ملت کی سربراہی میں اس اہم گوشہ کی طرف پیش قدمی کرے گی۔ رب قدیر سے دعا ہے کہ اپنے حبیب اعظم علیہ السلام کے صدقے حضور سراج ملت کی عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائیں۔

حضرات حاضرین گرامی! شاید میں نے آپ کا زیادہ وقت لے لیا۔ جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ اخیر میں ہم ایک بار پھر تمام علما، مشائخ، دانشوران، مہمانانِ گرامی اور جملہ حاضرین کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اپنا قیمتی وقت نکال کر یہاں تشریف لانے پر ہم ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

فقط والسلام

☆☆☆